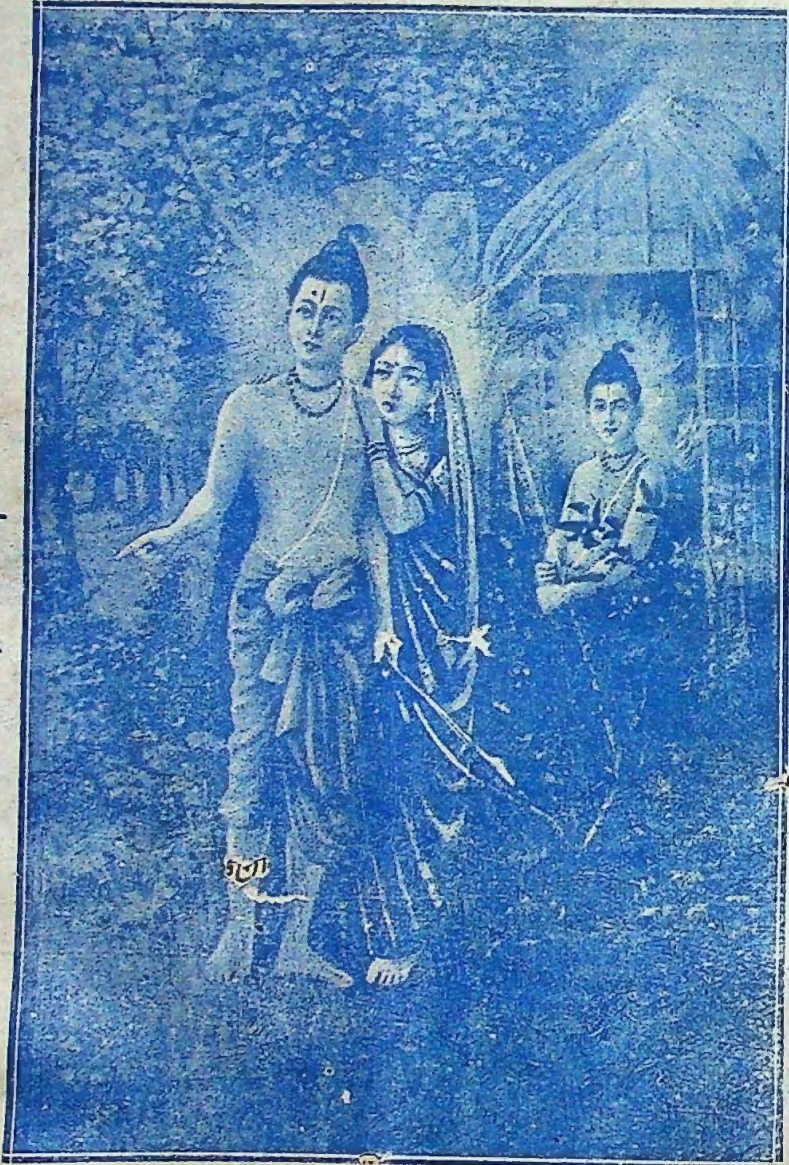


روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

مرتبہ "اوم" حرہلے

October

1965



R A M

NUMBER

Price 60 P.

Editor : G. N. NANDA



کم پیداوار دینے والی دھرتی پر کام کرتا ہوا تھکا ہارا نڈھال انسان —
 ہاں، یہی بھارتی کسان کی تصویر ہے۔ سوکھے اور بارش کی تندی ٹرشی میں اُس کے ہاتھ دُعا کے
 لئے اُٹنے ہی رہتے ہیں۔

بلان کا اہم ٹرڈ ہے، 'زراعت کے دُعا پنے میں تبدیلی لانا۔
 یکسانی کھادوں سے دھرتی زرخیز بنتی ہے، جبکہ تحقیق کی بدولت
 بیجوں کے لئے بہترین دستیاب ہوتے ہیں۔ آبپاشی کے پروجیکٹوں
 کے ذریعے برسات کی تندی ٹرشی اور جھاگ اُگلنے طوفانی دریاؤں
 پر قابو پایا گیا ہے۔ اب زیادہ اراضی میں سیچائی یعنی ہوگئی ہے۔



زراعت — ہماری معیشت کی بنیاد

صفحہ	مضمون نگار	عنوان	نمبر شمار	رسالہ اوم جاری شدہ ۱۹۳۲ء
۱	کوی لوکنا تھ دتل	بن لوے دل اور کھڈ لائے چلے	۱	<h1>اوم</h1> <p>اندرون اجمیری گیٹ دہلی</p> <h2>پندرہ مضمون</h2> <p>اکتوبر ۱۹۴۵ء</p> <p>چند سالانہ اکھڑاپے -/- 8/-</p> <p>وی۔ پی۔ منگوانے پر</p> <p>60 پیسہ زائد</p> <p>مالک غیر سے 14 روپے</p> <p>قیمت فی پرچہ ساٹھ پیسے</p> <p>ایڈیٹر</p> <h3>گورکھ ناتھ تندرہ</h3>
۳۳	ایڈیٹر	شندکا سمار دھان	۲	
۹	شری بھاگ مل جی سائینی	امر کھنڈ	۳	
۱۲	پروفیسر نرمل چندر جی	سرشتی کی بھارت	۴	
۱۴	منشی جوندلال جی	شریمد بھگوت گیتا دوسرا ادھیائے	۵	
۱۶	شری منو ہر لال جی	پرا رختنا	۶	
۱۷	پنڈت خوشدل	نوجوانوں میں اخلاقی گمراہی	۷	
۱۸	ایڈیٹر	راما من سے سبق	۸	
۱۸	شری گوپال داس مسرود	دہی آدمی سے اعظم	۹	
۱۹	ماخوذ	جہانما گاندھی کے دیوار	۱۰	
۲۰	شری جگن ناتھ کھنڈی بی۔ بی۔ ٹی	محبت کا سبق	۱۱	
۲۱	شری لالچند چوہدرہ	چور کون	۱۲	
۲۲	شری لوبنت رائے شوخ	خدمت خلق	۱۳	
۲۳	ایمیز نرین دو بھٹوں کی رائے	قلبی سکون	۱۴	
۲۴	پنڈت وید پرکاش شرما	راہ نجات	۱۵	
۲۷	رامکھ صاحب لالہ ہر گوبند جی	دولت کا بہترین استعمال	۱۶	
۲۸	شری ہری چند جی خوشدل	کیا کھو یا کیا پایا	۱۷	
۳۰	شری روشن پیشاوی	آزادی ہند	۱۸	
۳۱	پروفیسر نرمل چند جی	ہمارا آریہ سیتھ	۱۹	
۳۳	گھٹا کرلال سنگھ جی	سینا جی کا بقیہ برتھ	۲۰	
۳۴	سیتھ پرکاش جی	لام بن باس	۲۱	
۳۷	شری ہری چند خوشدل ایم۔ اے	ہندی آزادی کی سیاسی تحریک	۲۲	
۴۱	کوی لوکنا تھ دتل	ہندی نوان سے خطاب	۲۳	
۴۲	شری شرت رسالہ پوری	ایک ہندی نوجوان کا نوم	۲۴	
۴۳	اوم پرکشی	تعلیمی چیلنجز	۲۵	
۴۴	شری سنگھ ام تسری	ظالم سنگھ	۲۶	
۴۵	جگدیش پرماپور دوما کیف	دھیمت کا اشارہ	۲۷	
۴۶			۲۸	
			۲۹	

کوئی
لوگت لکھ
دل

بن کو اے دل اودھ کے دلائے چلے

لاما بن کا
ایک دردناک
دردِ شہ

(۱)
ناگرک سب نگر کے کھڑے رو رہے : اشرو دانے ہیں دھرتی پر سب بورہے
راج ماتائیں رورو کے مٹون ہو گئیں : راج منتری ہیں سارے ادھر ہو رہے
نینوں سے پھوٹ کر اشرو دھارے چلے
بن کو اے دل اودھ کے دلائے چلے

(۲)
راج کو راجا کھو کر لگا کر چلے : پتا آگیا کوسر پہ جھکا کر چلے
جھوٹا اکوں کا ہاتھ بڑے پیار سے : ویش بنبا سیوں کا بنا کر چلے
بوڑھوں بچوں کے سہرا بھالے چلے !
بن کو اے دل اودھ کے دلائے چلے

(۳)
سسکیاں بھر رہی ہیں ہوائیں ادھر : اشرو برساری ہیں گھٹائیں ادھر
پیلا ہونے لگا ہے گلابوں کا رنگ : سوکھتی جا رہی ہیں لہٹائیں ادھر
نظریں ویا کل ہوئیں کر نظارے چلے
بن کو اے دل اودھ کے دلائے چلے

(۴)
کوئلیں گیت اپنے سنائیں کسے : مود اپنا نرت اب دکھائیں کسے
ڈالیاں آج مستی میں بھومیں تو کیوں : پھول تنہا تنہا کے اے دل ہنسائیں کسے
نین سوئے ہیں نینوں کے تارے چلے
بن کو اے دل اودھ کے دلائے چلے

(۵)
تو بھی جی بھر کے اشرو بہا لے اے دل : آپ رو کر جہاں کو ملا لے اے دل
پھر نہ پائے گا جودہ درخش یہ چہرہ : پھول شہر بھاگے اب تو چڑھ لے اے دل
جاگا دھما گیا میرا لون کے پیارے چلے
بن کو اے دل اودھ کے دلائے چلے

ایڈیٹر

شنکاسما دھان (دان یعنی خیرات)

پرشن - میرے ایک معزز عمر رسیدہ رشتہ دار عرصہ سے بیمار ہیں۔ ایک روز میں انکی مزاج برسی کو گیا اور میں نے اُن کو کہا کہ کچھ دان چُن کریں تو انہوں نے غصہ میں اُکر کہا کہ یہ تو پیرانا کو رشوت دینے کے مترادف ہوگا۔ آپ اپنے رسالہ میں اس کا جواب دیں کہ مہندو شاستر اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔
 اُتر - آپ کے ارشاد مطابق پہلے اپنے دھرم شاستروں میں سے چند شلوک درج کئے جاتے ہیں۔ بعد میں پیرانا کو رشوت دینے کا جواب دیا جائے گا۔

अर्था पाद रजोपमा, गिरि नदी वेगोपमं यौवन -

मायुष्यं जल लोल विन्दु चपलं, फेनोपमं जीवितम् ।
 धर्मं यो न करोति निन्दित मतिः स्वर्गाऽर्गलोद्घाटनं
 पञ्चात्ताप युतो जरा परि गतः शोकाग्निना दह्यते ॥

اُتر - دھن تو پاؤں کی دھولی کے سمان ہے۔ جوانی پہاڑی ندی کے بہاؤ کے سمان (چپل) ہے۔ ایلو (عمر) چل کے بلبلے کے سمان ہے۔ جیون نہیں (جھاگ) کے تلبیہ (جواہر) ہے۔ اس لئے جو مورکھ دھرم کا سیون نہیں کرتا۔ (جو کہ سورگ کا دروازہ کھولنے والا ہے) وہ پردہ اٹھتے ہیں (جبکہ شریر کمزور اند بیماری کا ٹھہر بن جاتا ہے) لہذا تپا پ گویا آگنی میں جلتا رہتا ہے۔

उपाजितानां वित्तानां त्याग ताव हि रक्षणम् ।

तडागो दर संस्थानां परीवाह इवाम्भसाम् ॥

اُتر - اکٹھا کئے ہوئے دھن کو ست پاتریں و شاپری اس کی رکشا ہے۔ جیسے تالاب کے بھتیر (اند) کا چل نکال دینے ہی سے اُس کے چل کی شدھی ہوتی ہے۔

यदधोऽधः क्षितौ वित्तं निचखान मितम्पचः ।

तदधो निलयं गन्तुं चक्रे पन्थानमग्रतः ॥

اُتر - جس کریں (کجوس) نے دھن کو پختی کے اندر گاڑ دیا تو اُس نے پہلے سے ہی مانو اپنے لئے نیچے (زل میں) جانے کیلئے مارک لگا دیا،

निज सौख्यं निरुन्धानो यो धनार्जिन मिच्छति ।

परार्थं भारवाहीव क्लेशस्यैव हि भाजनम् ॥

ارکھ۔ جو پرانی اپنے کو کشت میں ڈال کر دھن اکٹھا کرتا ہے وہ دوسرے کا بوجھ ڈھونڈنے والے قلی کی طرح کیوں (محض دھکپی پاتا ہے۔ شکہ نہیں!)

दानोपभोग हीनेन धनेन धनिनो यदि ।

भवामः किं न तेनैव धनेन धनिनो वयम् ॥

جس دھن کا استعمال نہیں کیا گیا اور نہ کسی کو دیا گیا۔ اس دھن سے یہی (اگر) منشا اپنے کو دھنی سمجھتا ہے۔ تو برہتوی کے اندر رکھے ہوئے (یا بینک کے لاگروں میں پڑے ہوئے) دھن سے اگر کوئی اپنے آپکو دھنی سمجھتا ہے تو کیا وہ لوگ دھنی نہیں ہیں۔ جن کے پاس روپیہ نہیں ہے۔

धनेन किं यो न ददाति चाश्नुते

बलेन किं यो न रिपून् बाधते ।

श्रुतेन किं यो न च धर्ममाचरेत्

किमात्मना यो न जितेन्द्रियो भवेत् ॥

اس دھن سے کیا لالچ ہے جس دھن سے دان نہ دیا جائے۔ اس بل (طاقت) سے کیا لالچ جو شترؤں (دشمنوں) کو سزا نہ دے سکے۔ شتا ستر کو شتنے سے کیا لالچ اگر اُس کے اوسار (مطابق) دھرم آج نہ کیا۔ اور اُس کے منشا شتریر دھارن کرنے سے کیا لالچ جو جتیندرہ نہ ہو۔

प्रसम्भोगेन सामान्यं कृपणस्य धनं परैः ।

‘प्रस्येद’ मिति सम्बन्धो हानौ दुःखेन गम्यते ॥

کریپ (کچوس) کا دھن اُس کے کام میں نہ آنے سے دوسرے کے دھن کے برابر ہے ”پر تو وہ دھن اُس کریپ کا ہے۔“ یہ بات اتنے سے ہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اُس دھن کے کشت ہونے پر دھکی ہو کر روتا ہے۔

न देवाय न विप्राय न बन्धुभ्यो न च प्रात्मने ।

कृपणस्य धनं याति वह्नितस्कर पार्थिवैः ॥

کچوس کا دھن نہ دیتا ہے کام (نیکی آدمی وغیرہ) میں آتا ہے۔ نہ برہمنوں کے کام میں آتا ہے (پتری آدمی نیکی) اور ودواؤں زوارہ یا کشتا لادوں کیلئے) اور نہ نہتھوؤں (غریب رشتہ داروں) کے۔ اور نہ ہی اپنے ہی کام میں آتا ہے۔ (یعنی دان نہیں کر کے سوارگ کی پراپتی) کشتو (لیکن) وہ دھن یا تو انہی میں چل جاتا ہے یا اُسے جو چرچا لیتے ہیں۔ یا اُسے راہ (کوٹھنٹ) لے لیتی ہے۔

यद्वदाति यदश्नाति तदेव धनिनो धनम् ।

प्रन्ये मृतस्य क्रीडन्ति दारैरपि धनैरपि ॥

دھنی جو اپنے دھن کو دیتا اور کچ بھوک (اپنے لئے استعمال) کرتا ہے۔ وہی اس کا (اپنا) دھن ہے۔ مرنے پر تو اُس کے دھن وغیرہ سے

دوسرے ہی لوگ آئندہ کریں گے۔ (عیش مناسبت کے) وہ تو زندگی میں اس دھن کا رکھ والا ہی ہوتا ہے۔
جیسے اس کو انکاش میں پکھنسی کھاتے ہیں۔ پرکھنوی میں شیر، چیتے وغیرہ کھاتے ہیں۔ جہل میں مگر کچھ پھلیاں کھاتی ہیں۔
اسی پرکار دھن کے دھنابی بھی دشناموتی ہے۔
جیسے پرائیوں کو یکم (ملکیت) سے ڈر لگتا رہتا ہے۔ ویسے ہی دھن منشیوں کو۔ راجہ (گورنمنٹ) سے لگتی سے
اور چور سے۔ نیز راشتہ داروں سے سدا ڈر لگتا رہتا ہے۔

यो नात्मजे न च गरौ न च भृत्य वर्गे - दीने दयां न करुते न च
बन्धु वर्गे । किं तस्य जीवेन मनुष्यत्वे के, काको ऽपि जीवती
चिराय कलं न भुंक्ते ॥

جو شخص کسی رشتہ دار کسی سمبندی۔ اور گورو براہمنوں اور دین دہکیوں پر دیا نہیں کرتا یعنی ان کی اعلا نہیں کرتا۔ اس کا نش
شریر و صدارن کرنا ویرکھ (فضول) ہی ہے۔ اپنا پیٹ تو کوئے اور لشیو وغیرہ بھی بھر کر زندگی گزار لیتے ہیں پھر اسیں اور لشیوں
میں کیا دشمنیتا ہے۔

بگیر صاحب فرماتے ہیں۔
دینے کو ان دان ہے۔ لینے کو ہری نام
گورو نانک صاحب فرماتے ہیں۔

جو ویسے زمین پر سو ہو سی فنا ہے
نہ رہیں گے کمر وڑی نہ رہیں گے ہزار
دیوے دلاوے رجاوے خدا ہے
وہی بہشت جائے

کچھ نیک نامی جو دیوے خدا ہے
دائم و دولت کسے بے شمار
دھڑا لشی کا جو خرچے اور کھائے
تحقیق دل دانی
کچھ تو وضع نہ کیجے گمان
ہاتھی و گھوڑے و نشکر ہزار
دنیا کا دیوانہ کہے ملک میرا
کتنی گئے دیکھ و اجے بجائے
آیا اکبلا اکبلا چلایا
لیکھا مٹیچ کیا دیجے جواب
دنیا یہ گر زور دھڑا کسایا
آخر چھوٹا ناں کرے ہائے ہائے
لعنت ہے تین کو و تینڈی کائی
پیتے پیالے اور کھائے کیاب
جس کا تو بندہ لشی کو و ساریا
نہ کیتی عبادت نہ رکھیو ایمان
اندر محل کے توں بیٹھا ہیں جائے

دوپر پیسہ
۵ فضول
۳۵ یکم لوک
۱۰ تنہاری

نہ رہسی ایہ دنیا نہ رہسی دیوان
ہو مٹیچے غسرق کچھ لاگے نہ بار
آئی موت سر پر نہ تیرا نہ میرا
وہی ایک رہسی جو سا جا خدا ہے
چلتے وقت کوئی کام نہ آیا
تو بہ لیکارے تو پاوے عذاب
کھایا منڈایا اچاں کٹوا یا
دراگہ گاتے توں پاویں سترائے
دغا بازی کر کے دنیا لوٹ کھائی
دیکھو رے لوگو جو ہوتے خراب
دنیا کے لالچ نے صاحب و ساریا
نہ کیتی حکومت لیکارے جہان
جہاں سے پھیلے خوشیوں لگائے

نہ سوجھ نہ بوجھ باہر کیا ہوئے
ہستی اجاڑیں پھر نہ وساویں
شرمندہ نہ ہو کچھ نیکی کمائے
غفلت کرو گے تو کھاؤ گے مادہ
توبہ کرو بہت کیجئے نہ زور
چیتے کیونتر جنت اور کی چھاؤں
چالی گنج جوڑے نہ رکھو ایمان
ندانی یہ دنیا و فانی مقام
ہر وقت بندے نہ خدمت و سار
توبہ نہ کہتی ام کردے گناہ

ع خزانہ
ی مودک

علا قاروں
بادشاہ حسین نے
تمام دنیا کی دولت
لوٹ کر اپنے خزانے
بھری تھی۔

بشکر تیری دم پر کاش کنشپ لہیانہ

اس دھن دولت کے مومنے منش کی ہمدی ملین کردی ہے۔ اور انسان اپنے پروردگار کو بھول چکا ہے جس پر بھوکا اپار کر پائے
پران (سوانس) اندر اور باہر جا رہے ہیں۔ اور شریر زندہ رہتا ہے جس پر بھوکے سب سے ضروری اور قیمتی ہوا کو بنایا اور بغیر کسی قیمت
کے سب جو جنت و دوزخ کو مفت میں دے دیا۔ اور جس کو پاپ کرتے کے لئے کسی کو کوئی یقین (محنت) بھی نہیں کرنی پڑتی اور
جس کے بغیر انسان ایک سیکند بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

پانی جیسی اہم و ستو بھی اس پر بھوکا کیسی دین ہے جس کے بغیر بھی انسان کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ اگنی اور
سورج۔ چند ماں کے بغیر بھی کسی کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔ ایسے پر بھوکے بے گھر ہو جانا کتنی احسان فراموشی ہے۔
۵۴ لاکھ قسموں کے لہو و گشتی اور دیگر جاندار بنائے اور منش کو ان سب سے افضل رتبہ دیا۔ دو آنکھیں۔ دو کان۔
ناک۔ ٹہنہ۔ وغیرہ کس خوبصورتی سے جسم کے اوپر کے حصے میں جوڑ دیئے۔ اگر انسان کا صرف ناک ہی کٹ جائے تو چہرہ
کس قدر خراب اور ڈرنا نظر آوے۔ کان کا پردہ پھٹ جاوے تو اس کو کوئی دوبارہ درست نہیں کر سکتا۔ چہرے کی آنکھیں جگر
اُسیں روشنی بھردی۔ اور سورج دیتا تو اُس میں بٹھا دیا۔ کیسا کمال اور کیسی کار بخیری ہے منش کی کھوپڑی میں دماغ رکھ دیا۔
اگر وہ دماغ خراب ہو جاوے۔ تو سارا جسم ہی بیکار ہو جاوے۔ یا گلوں کی دشا کو دیکھو بڑے بڑے امیر صحت مند برسر اقتدار
راجے جہاں جے۔ جب پاگل ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو کبھی لوہے کی زنجیروں میں باندھنا پڑتا ہے۔ دماغ (بذہنی) کو جس پر ماتا
ہے منش کو بخشا ہے اس کا عوض نہ (قیمت) کون دے سکتا ہے۔ پر ماتا تو سب سے بڑا دانی ہے۔ وہ خود کسی سے
کچھ لیتا نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ دیتا ہی دیتا ہے۔ اس کو رشوت، دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

روزی رساں ہے تو

امیر الشعراء دیوان پٹدی داس جی قمر

ازل سے تا ابد جاں جہاں روزی رساں ہے تو
جواں کے بیٹ میں دیتا ہر وہ روزی رساں ہے تو
ہراک جاں دار کا ہر حال میں روزی رساں ہے تو
اُسے جب ہو گیا معلوم یہ روزی رساں ہے تو
ہلے دودھ کے دریا جب روزی رساں ہے تو
ہراک کا حسب ہیما نہ - فقط روزی رساں ہے تو
خداوند دعا تم - بے بدل روزی رساں ہے تو
غم روزی کہاں جھلکے جب روزی رساں ہے تو
تیرے در کے سمجھی طالب میں کیوں روزی رساں ہے تو

مددگار دوعالم دشگیرے بکسیاں ہے تو
کوئی حد ہے ترے فضل و کرم کی دنیا میں
ہوایں آب میں - اور مختصر یہ ہے کہ پتھر میں
پلٹ آئی میری فریاد آخر ناداں ہو کر
میری آمد سے پہلے ہی میرے پستانِ مادر میں
ادھر چوٹی کو اک دانہ - ادھر سیرخ کو ہاتھی
ہراک دانہ یہ لکھا ہے مقدر کھانے والوں کا
بندوں بند کھلتے ہیں جب اک در بند ہوتا ہے
تو نگر ہو کہ مفلس ہو - گداگر ہو کہ سلطان ہو

تھر بھی ہے تیرے در کا بھکاری یا سخی داتا
بجالی کس میسرسی ایک روزی رساں ہے تو

پیر ماننا - اس جو کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے - لیکن اہنکار کو بھی نہیں بخشتا - گویا اہنکاری منشا اس کے قہر سے کبھی بچ
نہیں سکتا منشا سمجھتا ہے کہ یہ دھن میرا ہے میں نے اس کو کمایا اور جمع کیا ہے - لیکن یہ ذرا بھی نہیں سوچتا - کہ اگر اس کو کتنے
بتی - بن وغیرہ کی یونی میں پیدا کر دیا جاتا - تو اس کے پاس کہاں سے دھن آتا - پرماتما کی سب سے بڑی دین تو یہ منشا شریعہ
پھر منشا شریعہ کسی کو ڈھی - اپنا بیج - اور اتنی غریب کے ٹھہریا ہوتا - نیز لاغر بیمار اور بچتا ملتا اور یہ در در کے دھکے کھاتا - تب
اس کو معلوم ہوتا کہ ایشور کے احسانات کیا ہیں - امیر گھرنے میں پیدا ہونا - تعلیم کو حاصل کر کے جج بریٹ - انجینئر - کنٹرکٹر یا منسٹر بن کر
رو پے کماتا - کیا ایشور کی کرپا اور انوکھ کا پھل نہیں - انسان سمجھتا ہے کہ میں نے اپنی عقل سے روپیہ کمایا لیکن یہ نہیں سوچتا کہ
عقل اور دیگر موافق حالات پیدا کرنے والی تو کوئی اور ہی شکتی ہے - بجائے اس کے کہ تم اس سر و شکستہ انسان اور دیا تو پیر جو کے
احسان مند ہوتے اور کہتے کہ بے پرہو! یہ سب کچھ تیرا ہے - (میرا تجھ میں کچھ نہیں - جو کچھ ہے سب تیرا) اور یہ تمہاری دستو تمہارے
ہی اربن ہے - اٹا ہم اہنکار میں آکر یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہم پرہو کو رشوت کیوں دیں -

جسکی دست و پس آگے رکھے - پرہو کی آگیا مانے مانتے

اُس سے جو گن کرے تہاں - ناناک صاحب سدا دیاں

جو شخص پرماتما کی بخشی ہوئی ذات کو اپنی پیدا کردہ جائیداد تصور کر لیتا ہے - اس کی دشا اس بنک کے خزانچی کی طرح
ہے - جو بنک کے خزانہ کا خود مالک بننے کی حماقت کرتا ہے - بیگانہ چیز جو کہ امانت کے روپ میں دی گئی تھی - اُس کو محض اپنی استعمال
کئے ہی زبرد کر لینا سب سے بڑا گناہ ہے - یہ دھن دولت ایشور کی دین ہے - اس پر قبضہ کر لینا سب سے بڑی جوری ہے -
پیر ماننا سے ڈرو - وہ جہاں نیائے کاری اور دیا لوئے - وہاں وہ جیو کے گرمیوں کے مطابق سزا دینے کے لئے یکم (ملکھمیت)
بھی بن جاتا ہے - انسان کو احسان فرموش (کرت گھن) تو کبھی بھی نہیں ہونا چاہیے - ورنہ سزا پاتا ہے -

جن لوگوں نے اس بات کو سمجھ لیا ہے - وہ تو اپنا تن من و دھن - ایشور اربن کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں - وہ سب جیو جنتیوں -
اور منشا ماتریں اس پرہو کے ہی دشمن کرتے ہوئے اُنکے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں - جہا راہ پر شیندر نے سوچ میں ہی اپنا راج پاٹ
دان دیکر خود ایک چنڈال کے ہاں نوکر بنے - راہ ملی نے راج پاٹ کے علاوہ اپنا شریک مان کر دیا - جہا راہ شہوی نے بڑا پکارا
خاطر اپنے خرب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے - جہری جھتی نے اپنے شریک کی ریڑھ کی ہڈی دیوتاؤں کو کھا لکر دیدی تاکہ وہ اسروں پر بے پروا کرے -

جہاں جہ رخصت کئے گئے جب دیکھا کہ اب شہر پر کلانت ہوئے والا ہے تو دروان برہمنوں کو بلا کر سنا تن دھرم کی دھجی کے مطابق اپنے خزانہ کا بیشتر حصہ لوٹ کر دیا۔ انہوں نے دیو مندروں کو بنوایا۔ (ان دنوں مندر اور گورو داروں میں کوئی علیحدگی نہیں تھی۔ یہ ذریت بھادواں جنگ کے سیاسی اور خود غرض لیڈروں کی کشمکش کا کارن بنے۔ ورنہ ہندو اور سکھ ایک ہی ویدک دھرم کے اُتو یائی تھے) مہاراجہ رخصت کئے گئے دروان برہمنوں کی قدر کرتے تھے۔ اُن کے پردھان منتری، دکن کے ایک مہنودری برہمن تھے اور دوسرے بہت سے اعلیٰ منصب دار بھی ہندو اور مسلمان تھے۔ تہواروں اور گورو پرلوں کے موقع پر وہ خزانہ کے دروازے ہی کھول دیا کرتے تھے۔ اور بیکسوں اور غریبوں کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔

کاش کہ آج بھی ہمارے رہنما جہاں جہ رخصت سنگ کی طرح دھارماک اور نیا غن ہوں۔ تاکہ جتنا جنازہ صحن کی سیوا کر سکے۔ لوگوں کے دکھ دور ہوں۔ اور غریبوں کی شنوائی ہو۔ اس کا نگرانی راج میں لوگوں کے اندر دھرم بھادو نائیں ختم ہو چکی ہیں۔ لوگ ناستک ہو گئے ہیں اور ان کا اخلاق بن بدن پسند ہو رہا ہے۔ سکولوں کے بچے آوارہ گرد سکول ماسٹروں کی عزت اتارنے والے اور ماں باپ کے نافرمان اور بدلتے جا رہے ہیں۔ اور پاسب دھرم اور کرم کو تلا جلی دینے کا ہی پھیل ہے۔ کہ جہاں طرف سے ہمارا دیش دشمنوں کی لپیٹ میں آچکا ہے اور ہمارے دیش کے بیشتر لوگ دیش اور جاتی کے در دھجی اور دشمنوں کے ایجنٹ بن گئے ہیں۔ گوہ۔ پیل۔ گھوڑا اور دیگر بے زبان جانوروں پر جاہل لوگ بھیرا تیا جا کر رہے ہیں۔ کیا ان بے زبان جانوروں کی داد فریاد قدرت کے کانوں تک نہیں پہنچتی ہوگی؟ اس خزانہ باپ کرموں کا بچھ میں بھگتیا ہی ٹھیکہ بھجھو لی چھوٹی انجان بچیوں کو ناجائز اور گنا سکھایا جا رہا ہے تاکہ وہ ایک دیش بنیں! اور اس طرح دھارماک منسکاروں کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے۔ سینما۔ اور ریڈیو پر خوش نیر فحش لٹریچر کے پرچار کو بند کرنے کے لئے ہماری گورنمنٹ کچھ بھی نہیں کر رہی۔ اور اس کا ہی نتیجہ ہے کہ تمام دیش کے لوگوں میں دان پتیر اور دھارماک و جاوہر تھم ہو گئے ہیں۔ بھرت جی نے فرمایا تھا کہ۔ راجہ اُسی کو شانا چاہئے جو کہ دھارماک ہو۔ ورنہ دیش ا دھوکتی (رستائل) کو بیچ جائے گا۔

دو خاصہ

از شری سنگو شینا جی

جہ بات ہی کچھ ایسی منہ سے نہیں نکلتی
گو یہ سمجھ رہے ہیں اوقات ٹل رہے ہیں
جہ منقلب زمانہ ماحول ایسا بگڑا
سو زحمت سے ہر دم زندہ ہی جا رہے ہیں
اگلی سی وہ محبت شفقت نہیں رہی کچھ
بھائی سے آج بھائی تیور بدل رہے ہیں

حق بات اتنی سنگو کہتا ہی ٹپ رہی ہے
اوپر سے پوچھ رہے تھے کچھ پھسل رہے ہیں

زینا بدل رہی ہے یا ہم بدل رہے ہیں
گرتے ہی جا رہے ہیں جتنا نہیں رہے ہیں
چیوریوں میں چھ ایسی جاہل میرا دوسیاں ہیں
کچھ ہاتھ میں ہیں ہے ہاتھوں کوئل ہے ہیں
انہی برائیوں پر افسوس ہم ہیں مچھل رہے ہیں
اور کہہ کے پسی ہم بیدیا مچھل رہے ہیں
کلاجک جسے تھے کہنے اب ہاتھ بٹ رہے ہیں
کرنے سے ہوم کہنے اب ہاتھ بٹ رہے ہیں

از قلم
شہری بھاگ مل جی سائیتی

امر کھٹا

متلاشی حق۔ اے سیتہ پرش! میں دھکے کے سمندر میں غوطے کھا رہا ہوں۔ دھکے کے آنسو میری آنکھوں سے لگنا مار ٹیک رہے ہیں اور ازلہ زندگی کے خرشوں سے بُری طرح زخمی ہو رہا ہوں گھر بلیو حالات نے پریشان کر رکھا ہے اپنے ہاتھ سے بٹنے ہوئے جال میں ہاتھ پاؤں پھنس گئے ہیں بہت بُری جویش لگ رہی ہیں۔ گھاؤ اٹنے گہرے ہیں کہ بیان نہیں کر سکتا ایک طرف افلاس، نا اُمیدی اور مایوسی کیوجہ سے میرے گھر کے دروازے پر حسرت جھا رہی ہے دوسری طرف دھکے لگنا دستار ہے ہیں۔ تیسری طرف بیوی کی ناجاکی سینے پر چھپاں چلا رہی ہے تسلیکن قلبِ کوسوں دُور ہے شک و شبہات لگنا رہاں لے رہے ہیں۔ میں بُری مادرتِ ناک غموں اور غرضی کی سپردی کرتا رہا۔ خود پسندی اور شخصی میلانات نے بہرہ ورانہ کھا کر رکھا ہے۔ دلہنٹی کے جال میں پھنسا رہا بے فائدہ خواہشات، اور اُسے لذات کے پیچھے گھومتا رہا۔ مختصر یہ کہ میرے ارد گرد ایک جہنمی ماحول ہے ان تمام دکھاؤں کی دوا ہاتھ نہیں لگتی دل چاہتا ہے کہ گھر بار چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاؤں جلا وطنوں سے نجات کا اس کے سوا اپنے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں پاتا۔ میرے دھکے کیش مٹاؤ پاکیزہ ترین اور افضل ترین راستہ دکھاؤ گوی اور گم گشتی کے دلدل سے باہر نکالو اور شادی کے اصلی راستہ پر لے چلو۔

سیتہ پرش! اے خدائی عظمت کی زندہ تصویر! میں اپنے تجربہ اور شہری راہنہ رانہ ٹیکور کے الفاظ میں کہتا ہوں کہ جب انسان پر بھروسے سے میکھ ہو جاتا ہے تو پھر ایک دقتوں اور دشواریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے جنوں کے سامان خود مباد کرتا ہے اور اپنے ٹکڑے ٹکڑے کر لیتا ہے اور اپنا خون جگر پیتا اور پوست بدن کھاتا ہے اُسے اللہ صے منہ کرنے کی بجائے کوئی دوسرا چارہ ہی نہیں رہتا وہ دنیا کے حالات اور واقعات کو اپنا حوالہ تصور کر کے رات دن اس بات میں غلطیاں و بیجاں رہتا ہے کہ کس طرح اُنہیں مغلوب کر کے اُن سے عہدہ برآ ہو اور جب بہت پریشان خاطر گونا گوندہ ہو جاتا ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اللہ شور لے اپنے انتظام میں میرے ساتھ بہت بے انصافی کا سلوک روا رکھا ہے۔

میں نے زندگی میں دیکھا ہے کہ تکلیف اور مصیبت کے سخت ترین تجربات کی زوردار بارش کے بغیر دل کی زبیں نہ ریزیں۔ نہیں ہو سکتی حقیقی سکھ کے لئے دل میں دھکے درد کے ذریعہ حقیقی بلچل اور پریشانی کا ہونا لازمی اور لا بدی ہے۔

دھکے بھی انسان کو بے سود نہیں ہوتا ہے۔ حق تلے کلنٹے میں بھی کچھ فیض چھپا رکھا ہے۔ رخ و غم تو شادی اور صبر ناپنے کا ایک آلہ ہے کیا تم نہیں جانتے کہ بعض اوقات سکھ کا تحت تجربہ وہ باطنی حکمت دیتا ہے جو کروڑوں کتب مقدسہ پڑھنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

جہاں میں غم کا کھانا ہے ذریعہ شادمانی کا کہ ہنسنا بھول کا منحصر ہے شبنم کے رونے پر

”مسرت کے دسترخوان کا پورا فائدہ اُٹھانے کے لئے اُسے دوست غم کو کھانی کی طرح سمجھو! بے انتہا مسرت اس لذیذ کھانے کی طرح ہے جسے زیادہ مقدار میں کھانے سے طبیعت بھر جاتی ہے اور ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے غم کی کھانی کے ساتھ سختتہ اہستہ اہستہ اسے ہضم کرنے کی کوشش کرو“

علامہ زمان سراجِ اقبال فرماتے ہیں

گوسرا یا کیف عشرت ہے شراب زندگی
موج غم پر رقص کرتا ہے شراب زندگی
اشک بھی رکتا ہے دامن میں سحاب زندگی
سے الم کا سوراہہ بھی جزو کتاب زندگی
ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہر بلبل وہ بلبل ہی نہیں

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستان
دیدہ دنیا میں دہخ غم چراغ سینہ ہے
نغمہ انسانیت کا بل نہیں غراز فغاں!
روح کو سامان زمینت آہ کا آئینہ ہے!!
حادثات غم سے ہے انسان کی فطرت کو کمال
غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطف خواب سے
طاہر دل کے لئے غم شہسپر پرواز ہے
غم نہیں غم روح کا ایک نغمہ خاموش ہے
جو کسرو پر رعب مستی سے ہم آغوش ہے

بقول ایک فہم روح دنیا عالم تجرباتی ہے کوئی قربان گاہ یا ڈراؤنی شے یا پھسلنے والا آنگن یا تجویا لاٹری
یا ذبح خانہ نہیں یہاں ہر شخص کو چاروںچار اپنی غلطیوں کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے یا یوں کہ زندگی ایک سزا نہیں
بلکہ اس کے رنج و غم اور دکھ درد یہ بات صاف صاف روشن کرتے ہیں کہ انسان نے ابھی تک صحیح معنوں میں جینا نہیں
سیکھا۔ جب تک وہ درست طور پر زندگی بسر نہ کر لگا وہ حقیقی خوشی سے بہرہ نہ بردہ نہیں ہو سکتا۔ زندگی کی خوشی
ڈھونڈنے اور حاصل کرنے کی شے ہے یعنی صحیح زندگی بسر کرنے سے ہی خوشی نمودار ہو سکتی ہے۔

تجربہ زندگی کی خوراک ہے اسکے بغیر سچی خوشی اپنے پرے جو رہیں اُسکی زندگی کا اصل سبق کوئی ایسی شے نہیں
جو شخص روحانی کتابوں یا وعظائے ذریعے حاصل ہو سکے وہ تو زندگی کی کشمکش کے ذریعے ہی سیکھا جا سکتا ہے۔ یعنی
زندگی میں برابر گرنے اور اٹھنے کے ذریعے ہی آتا ہے رنج و غم کے تجربات ہی خوابیدہ روح کو جھجھوڑ کر بیدار کیا کرتے
ہیں مطلب یہ کہ زندگی ہمیشہ تجربات کے ذریعے ہی مکمل ہوتی ہے۔ ذاتی تجربات بہت مفید ہیں اور اس سے کم دوسروں
کے۔ چونکہ انسان سارے تجربات خود نہیں کر سکتا اس لئے یقیناً دوسروں کے تجربات سے بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے
مثلاً شرابی کی بد حالت کو دیکھ کر شراب پینے کے مذاںج کے تجربات کا تم فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ خود شراب پی کر خراب
خستہ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں افلاطون سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے عقل کیونکر پائی، افلاطون نے جواب
دیا، ”کھائی یا بعض نادانوں سے“ وہ کیونکر؟ افلاطون نے بتایا، ”اُن کو رنج و غم اور مصیبت میں مبتلا دیکھ کر میں نے
میں نے اُس کام کئے جس کا نتیجہ شانتی اور سکھ پایا۔“ تنہا یا خیال ہے کہ دنیا کے اکھاڑے سے بالکل الگ تھلاک رہنے
والے سادہ سادہ بہت بہت دیر پڑھی ہوئی شخصیت کے مالک ہوتے ہیں یا یوں کہ جنگل یا گھاس میں رہ کر یا آہ تناسل کو کانٹا
یا کانٹوں پر سو کر ہی زندگی بسر کرنے سے انسان کامل بن سکتا ہے مگر تنہا یا یہ خیال ادھو سے تجربہ اور استدلال عقلی پر مبنی
نہیں ہے اگر تم ان کے دل میں دلی اوجھیلی ہوئی اُمنگوں اور ترنگوں کو ٹھول ٹھول کر دیکھ سکو تو متہمس معلوم ہو جائے گا کہ انکے
دلوں نے ابھرنے اور علی صورت اختیار کرنے کے لئے کس قدر بیتاب ہوئے ہیں جیسے بارود خانہ میں ایک چنگاری پڑنے کی دیر
ہوتی ہے کہ وہ فوراً جل اٹھتا ہے بعینہ ان کا جذباتی میگزین موقع کا منتظر رہتا ہے۔ یہی کوئی چنگاری پڑی کہ وہ فوراً جل اٹھا
متلاشی حق کیا تمام و کمال دکھوں سے بچنے کے لئے گہرست کا تیاگ ضروری ہے۔ اے سنگورد! اس میں اپنی کیا رکھے؟

پہلے کے روشنی کا جھگکاٹا ہوا ستارہ میں کریم صبح راستہ دکھائیں۔
سستیہ نیش اے بیٹا! میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا کسی بھول کے پورے کو اپنے اندر سے خوشنما اور دلکش
بھول نظر کرنے کیلئے کسی قسم کے تیاگ کی ضرورت لاحق ہوا کرتی ہے؟

نہیں! نہیں!! پورا اپنی فطرت کے اعلیٰ قانون کے زیر اثر بھول کو اپنے اندر پیدا کرنے کیلئے مجبور ہے بھول کے ذریعہ اپنی
بصیرتی بصیرتی خوشبو کو پھیلانا اس کی فطرت میں داخل ہے ایسے ہی حقیقت برترین اور پورن شائقی کے راہ میں داخل ہونے کے لئے
سنسار سے الگ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں انسان اپنی فطرت کے اعلیٰ قانون کے زیر اثر اپنے اخذی جانب رجوع کرنے
کے لئے مجبور ہے۔

عام لوگ محض بیرونی چیزوں اور خاص خاص عملوں کو بھوڑ دینے کو ہی بہترین حالت گردانتے ہیں اصلیت کی نگاہ سے شخص
اس خیال کے زیر اثر اپنے آپ کو دنیا سے الگ کر لیتا ہے وہ اپنے آپ کو گمراہ کرتا اور بھلا تا بے انسان نے غلطی اور بھول بھرم سے
سچائی پر بے معنی صندیں اور بشرطیں لگا رکھی ہیں دنیا کے تیاگ کے ذریعے عارضی ٹکھ ڈھونڈنے کی بجائے اصلیت کی تلاش کرنی
چاہئے عارضی ٹکھ کی تلاش بیدھن کا باعث ہے اس کے برخلاف اصلیت کی تلاش زندگی کی ملکتی ہے۔

اگر تم اصلیت کو پانا چاہتے ہو تو ان ٹکھ واپسات کا بندھن توڑ ڈالو ان کا سچائی کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں اگر سچ برج بھوہ تو جملہ
دھول کا خواب اس کے ساتھ وابستہ ہے تمہارے اپنے ہی اندر سنیہ دستور اور جہالت دونوں موجود ہیں مگر تم سنیہ دستور (حقیقت)
سے بے خبر ہو اور محض جہالت یعنی مختلف عقیدوں اور مسائل سے اندھے ہو رہے ہو اور وہی سنیہ دشمن پروردہ ہو رہے ہیں۔

اینا ہی کچھ تصرف ادا نام ہے کہ ہم
آنکھیں جو موند لیں تو دوپہر میں رات ہے
اینا حجاب آپ میں تو اے میاں نیاز
چہرہ پر حق کے پاتے ہیں پردہ نقاب کا
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا
اٹھنے سے تیرے موتا ہے اٹھنا حجاب کا

جو لوگ اپنی زندگی کا کوئی مقررہ مقصد نہیں رکھتے اور نہ ہی زندگی کے حقیقی معنی سمجھتے ہیں وہی دنیا سے تیاگ کو شہرہ
خیال کرتے ہیں۔ وہ اصل میں راہ زندگی میں بھٹک رہے ہیں۔ زندگی کا اصل مقصد حقیقت کو دریافت کر کے اس تک پہنچنا ہے
اور جملہ چیزوں سے زندگی کو مکمل طور پر آزاد کرنا ہے مکمل آزادی اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب تم زندگی کے کل تجربات
سے گزر کر ان سے اوپر یا پرے ہو جاتے ہو جب اس کے زندگی کو سمجھ کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں بقول جہاتا اگر میں وہی شخص مکمل
آزادی کے ذریعے حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے جو واقعات اور تجربات کو ہی اسباق زندگی کے معلوم خیال کرتا ہے۔ باقی پھر

تقدیر اور زندگی کا اکس کے

کھٹیا بکھی اور ادنیٰ قسمت کو تبدیل کرنے اور اپنے اندر قوت
اور جوش عمل کی تازہ روح بھونکنے کیلئے اس بصیرت افروز

کتاب کا ضرور مطالعہ کیجئے۔ یہ کتاب محض بھلائی۔ انسانی ہمدردی اور
حوصلہ افزائی کے نقطہ نگاہ سے لکھی گئی ہے تاکہ ان جی ہمارے ہوئے اور رنج و غم میں ڈوبے ہوئے بھائیوں کو تسلی و تشفی مشائقی کا
سامان ملے جو گھٹنے پر سر رکھے ہوئے اپنی قسمت پر رو رہے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑ جائے اور ان کی زندگی پر
تقدیر کی چھائی ہوئی تاریکی کا خاتمہ ہو جائے اور ان کی روح کا افق تقدیر کی جوت سے روشن ہو جائے اور ان میں حوصلہ اور انگ کی
روشنی بھر جائے قیمت صرف ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر بیکر کتاب بیرون پوسٹ منگوائیں۔ وی۔ بی۔ نہیں ہو گا کیا دیگر کتاب کے ساتھ منگوائیں
ملنے کا پتہ: دفتر رسالہ اوم اندولن اجیری گیٹ ٹرانکا باد

قسط دوم شش کی تجارت

(چستان عالم)

بارہ فروری ۱۹۶۵ء

وہاں (سیچ گیان) سے اہل بصر (شیوں) نے دیکھ لیا تھا کہ برہم اور جگت۔ برہم اور پرکرتی۔ جپتین اور جڑ۔ آتما اور آتما۔ جہاں گاندہ مستیاں نہیں۔ بلکہ ایک ہی لاغیر بے حد حقیقت کے اپنے پہلو ہیں۔ برہم آپ ہی جگت کا روپ دھارن کئے ہوئے ہے۔ سبھی گن ایک نرن کے ہی تو ہیں۔ جگت کے ظہور کے بارے میں اپنشد اعلان کرتے ہیں۔

यथोनाभि सजते गृह्णते च यथा पृथिव्या मोषधयः सम्मान्ति ।
यथा सतः पुरुषात्क्वेष लोमानि तथा क्षरत्सम्भवती हि विश्वम् ॥

मु. ۳. ۲. ۱

ترجمہ: جس پرکار مڑی جاوے کو بنائی اور نگلی جاتی ہے جس پرکار پر جھوٹی میں نانا پرکار کی اور شدھیاں اُپتیں ہوتی ہیں اور جس پرکار جیتے مشین سے کیش اور روئیں پیدا ہوتے ہیں۔ اسی پرکار اکثر (اواناشی) پر برہم سے اس شش میں سب کچھ اُپتیں ہوتا ہے۔ اپنشدوں کا یہ اعلان حقیقت سورج اور چاند سے بھی بڑھ کر روشن ہے۔ اس میں دھندلا پن اور شک کو دخل ہی نہیں۔ کہ یہ شش برہم سے خود بخود ہی نمودار ہوتی ہے سو بھاوک طور پر اوہشان میں ادھیاس کے طور پر نہ گزرتا ہے۔ جگت برہم کا یہ پرکار شک سے اٹھتا ہے۔ اور اس لئے یہ ساکشات برہم روشن ہے۔ برہم میں جگت نہیں بھاستا۔ بلکہ برہم آپ ہی اپنے سو بھاوک سے پرکارشان ہو رہا ہے۔ سب گنوں، دونوں، اوتھاؤں اور کریاؤں میں جگت برہم میں شش میں سانپ کی مانند مفروض نہیں بلکہ اس میں برہم ہی پرکٹ ہوا ہے جیسے سورج دن کی کرنوں اور رنگوں میں۔ برہم کے اس پرکارش کا نام ہی مایا ہے۔ یہ برہم دکھائی ہے حقیقت کی اپنی جگہ ہے۔ کیوں ایک دیکھنا یا تصور کرنا برہم روشن نہیں بلکہ انیاکس ایک اور لا تغیر سے متغیر کو اس کے اندر سے نمودار ہوتے دیکھنا دیدار حقیقت ہے حقیقت مقرون اور مطلق ہے تجرید محض نہیں۔

جب انسان اس سر اعظم کو پالیتا ہے۔ تب لے ہوئے کا خواہشمند ہونے کی بجائے وہ اپنی زندگی میں انسانی مرتبہ پر برہم (سنتیہ۔ شہ۔ سند۔ یعنی سہی۔ شکی اور خوبصورتی کے پرکارش کا آلہ بن جاتا ہے۔ وہ جیون سے مکتی (خلاعی) ڈھونڈنے کی بجائے اپنے پیچ کوش وجود کی راہ سے گیان۔ پریم۔ آئندہ بھلائی۔ سوندربہ کا اور ہی اور برہم پرکارش کرتا ہے۔ اسے برہم میں لین ہونے کا کبھی خیال ہی نہیں آتا۔ اور اپنی زندگی سے اسی مادی اور حیوانی دنیا میں روحانی بہار لا رہا ہوا اسی پھوٹی برسواک فرمان کرتا ہے۔ اس کا پریم دھام اب اندہ نہیں ہوتا ہے۔ اسے گزشتہ یا آئندہ یونی جگہ کا وہم ہوتا ہی نہیں کیونکہ یہ سب من کی کینیاں ہیں۔ جس حقیقت ایک سمت۔ حس۔ آئندہ روپ سے اور در شہ جگت اُپتیں کا اپنا سو بھاوک پرکارش ہے۔ برہم سے الگ جگت اور جگت سے الگ برہم کوئی وجود نہیں رکھتے یہ جگہ کے متضاد قطبوں کی مانند ہم وجود ہیں۔ یہی برہم داد اندہ پورن دیدارنا ہے۔ اس کے خلاف مایا داد زندگی اور ذمہ داری سے فرار کی تعلیم دیتا ہوا دھیمی کی بجائے زندگی سے بیزار کرتا ہے۔

اس زمین پر ایک انسان ہی تو ایسا وجود ہے جو حقیقت (آتما) کو ہو بہو پہچان سکتا ہے اور پھر صرف مخلوق نہ رہ کر اپنی خالقیت کو سمجھا لے گا۔ اسی دکھ کش سے پھر دُنیا کو پریم سورگ میں بدلنے کے لائق بناتا ہے۔ یہی جیون مکتی ہے۔ پورن ویدانت کا سندش ہے۔ کہ وہ (حقیقت) پورن ہے اور یہ (جگت) بھی پورن ہے۔ پورن سے پورن ہی کی پیدا نش ہو رہی ہے۔ یہی راہ زندگی ہے۔ باقی سب جاہلانہ دل لگی یا گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ برہم سیتہ ہے اور جگت سیتہ کا پرکاش ہے +

گیان جیوتی کی کرنیں !

- جب تم کہتے ہو کہ مجھے آتما کا انجھو نہیں ہو رہا۔ تب بھی ہمیں آتما انجھو ہو رہا ہے مگر تم اسے سمجھتے نہیں ہو۔ وہ کون ہے جو کہ آتما ہے کہ مجھے آتما انجھو نہیں ہوا۔ وہ تم آپ ہی تو ہو ! دلی میں بستے ہوئے پوچھتے پھرتے ہو کہ دلی ہمارا ستہ کونسا ہے ! آتما کو انجھو کرنے کی کوشش چھوڑ دو۔ کوشش ایک بڑی روکاؤٹ ہے جو آتما کو جیوتی ہونے نہیں دیتی۔ کوشش کرنے والا تو کوشش سے پہلے ہی موجود ہے مگر تمہارا زور کوشش پر لگ رہا ہے۔ ہو بہو پہچان رہا نہیں۔
- آتما گیان ہر پرکار کے گیان سے پہلے موجود ہے جگت کو دیکھ کر تمہیں اس کے رخنے والے ایشور کا خیال آتا ہے۔ اپنا آپ تو سب جیوتی کی جیوتی ہے سب کو پرامت اور سب سے پہلے پرگٹ ہے۔
- من کو دباننا چھوڑ دو۔ اسے ٹھہرائے گا صحیح طریقہ و چار مارگ ہے۔ دوسرے سادھنوں میں خودی بنی رہتی ہے۔ ہنکار مٹانے سے بھی نہیں مٹتا۔ لیکن جب ہنکار کو دباننا چھوڑ کر اس کے مول کو ڈھونڈا جائے کہ یہ کہاں سے اُٹھتا ہے۔ تب یہ اپنے آپ ہی دُور ہو جاتا ہے۔ سادھنوں سے پرہیز کی سبھی ہوتی ہے۔ آتما سوتہ سدھ ہے۔ آتما سادھنوں سے سدھ ہونے کی بجائے بھی سادھن آتما سے سدھ ہوتے ہیں۔
- صرف است کو ست ماننے کا بھرم دور کرنا ہے۔ ست تو پہلے ہی بذات خود موجود ہے۔
- باہر کو جاؤ تو چیزیں اور خیالات ہیں۔ اندر کو جھانکو۔ تو کیوں آتما ہی ودیمان ہے۔
- وچار مارگ کو چھوڑ کر دوسرے مارگوں میں دھیان اور دھیہ درکار ہوتے ہیں لیکن وچار مارگ میں دونوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دھیان و دھیہ کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر وچار مارگ میں اپنے آپ میں وشرم ہی درکار ہوتا ہے۔ اور کوئی سادھن نہیں۔ دوسرے مارگوں میں من کو بحال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہاں من کو چھوڑنا پڑتا ہے۔
- "میں" کا شدید آتما کی طرف اشارہ دیتا ہے۔ خود وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ انگلی کے اشارے کو سمجھنے سے چاند کا درشن ہوتا ہے۔ صرف انگلی کو دیکھنے سے نہیں۔

سالنامہ کرشن انک "بابت ماہ جنوری ۱۹۶۶ء" کی

لکھائی چھپائی کا کام ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو شروع ہو جائے گا۔ کرشن انک یا تصویر ہو گا اور فی کاپی کی قیمت 3/1 روپے ہوگی۔ لیکن اوم کے مستقل خریداران کی سیوا میں مفت بھینٹ ہوگا۔ اگر آپ ابھی تک اوم کے سالانہ خریدار نہیں بنے تو اپنی پہلی فرصت میں سالانہ چندہ 8/- روپیہ بھیج کر اس بنظر تحفہ کے حقدار بنیں۔

منہجر

گزشتہ پتہ شریکِ بھگوت گیتا

مسترجم

شری جو نند لال شاد

منشی فاضل - ادیب فاضل

دوسرا ادھیائے

۲۶ ہے اگر تیرا بھی ایسا ہی خیال
یہ بھی ہے حادث نہیں ہے لافنا
جیتی اور مری ہے یہ بھی بار بار
ہے اگر ایسا تو تو ہے کیوں حزیں
جبکہ سب پر موت کا آزار ہے
دل سے کر کے دور خوف جان تو
اے قوی بازو! یہ ہے کارِ ثواب

۲۷ بنت ہے صیدِ اجل ہر ذی حیات
جاتا ہے جو موت کے آغوش میں
پیدا ہونے والا مرنے کا ہے ضرور
زندگی اور موت کا یہ رابطہ
ہے ازل سے کار فرمائے جہاں
لائف ہے یہ قدرت کا اصول
ہو نہ صیدِ اجل بن روشن بصر

۲۸ ہو شروع میں غیر مرنے پر وجود
وسط میں ہو جاتے ہیں سب آشکار
جس طرح پہ نفی تھے آغاز میں
در بطون انتہا جاتیں سما
آتا ہے لاک عدم سے ہر بشر
ارجن ابن کرست ہمت بار بار
ہو ولادت پر خوشی کیوں و فوراً
یہ صداقت جب تجھے معلوم ہے

کہ ہے روح پر بھی تغیر کا وبال!
یہ بھی ہے فانی نہیں ہے بالقا
اس سے بھی وابستہ ہیں یہ سب فشا
ہو رہا ہے کس لئے یوں سہاگین
پھر تیرا یہ رنج و غم بیکار ہے
جنگ لڑ اور جیت لے میدان تو
ہو نہ مطلق تو شکار اضطراب

۲۹ مش نقشِ حجر ہے ارجن! یہ بات
آتا ہے پھر زندگی کے ہوش میں
مرنے والا پیدا ہوتا ہے ضرور
بننے اور مٹ جانے کا یہ ضابطہ
اس کا سکہ ہر جگہ ہی ہے رواں
اس کے غم میں ٹھکتے رہنا ہے فضول
یہ سخن - یہ یاس دل سے دور کر

۳۰ رہتا ہے آنکھوں سے حقیقی ہر وجود
لا قدر ناب و شور میں جلوہ بار
جیسے نغمہ مستتر ہو ساز میں
چشم ظاہر سے نہاں ہوں برلا
اور عدم ہی کو چلا جاتا ہے پھر
ہو رہا ہے یاس سے کیوں دل فگار
موت پر تو رہتا تم کیوں ضرور
پھر تو کیوں مایوس اور مغموم ہے

۲۵ شلوک نمبر
۱۔ اہمیت - ۲۔ جس میں کوئی تبدیلی
پیدا نہ ہو سکے - ۳۔ جس میں کوئی
بہرہ نہ ہو سکے - ۴۔ جو
خیال میں نہ سما سکے - ۵۔
بہت دور - ۶۔ عقل کی رسائی
۷۔ پریشان - بدحواس

۲۶ شلوک نمبر
۱۔ جس کا آغاز نہیں اور آخر میں
ملاؤ فنا ہونے والی چیز
۲۔ ملے ہوئے - ۳۔ تکلیف
۴۔ غمزدہ - ۵۔ رنجیدہ - ۶۔
خوفزدہ - ۷۔ تکلیف
۸۔ پسپائی کا
۹۔ پسپائی کا
۱۰۔ پسپائی کا

۳۰ شلوک نمبر
۱۔ موت کا شکار - ۲۔ جہاد
۳۔ پتھر کی لائن - نہایت
نسایاں اور پتھر - ۴۔ گود
۵۔ تعلق - ۶۔ قانون - شور
۷۔ دنیا پر عمل کرنے والا
۸۔ جاری - ۹۔ تبدیل ہونے والا
۱۰۔ جہالت کا شکار

اے پرنتپ! علم روح ہے پس حال
معرفت اس کی بڑی دشوار ہے
بعض کہتے ہیں اسے حیرت فرا
بعض سمجھاتے یہ بھی نادان ہیں
یہ جو اس کے ظاہری سے دور ہے
رکھتے ہیں جو علم و دانش میں کمال
لانند بیدار دل - روشن نظر

دنیا میں جتنی کہ مخلوقات ہے
خود تو یہ ہر اثر سے آزاد ہے
سب کو حاصل ہے اسی سے زندگی
سب کے اندر رشتاں اس کا نور ہے
ہر کدورت کی بلا سے دستگار
جب یہ ہے مصوٰن ہر آزار سے
سے نجات پھر یہ تیرا خوف و ہراس
گر کوئی ہوتا ہے لقمہ اجل
دل سے کر کے دور خدشہ موت کا

اے پرنتپ! دھرم کی پہچان کر
تو مہار - تیرا مگن بے مثال
خاندان پابند و کاشمیر ندیاں
بھول کر یہ اپنے سارے ہی کمال
کس لئے اس کام سے بیزار ہے؟
جنگ لڑنے سے ہے پریشان کیوں؟
کشتی کا ہے یہ فرض اوسے تر
جنگجو کشتی بڑا انسان ہے
ہو نہ غاف غافل نام و ننگ سے
دل سے کر کے دور خوف جان تو

اس کے عالم میں جہاں میں حال غالب
قوتِ انداز کے یاں بے کار ہے
بعض کو ہے اس کی ہستی سے ابا
مختلف العقل سب انسان ہیں
عقل بھی اس کام میں معذور ہے
وہ بھی ہیں اس راہ میں آشفۃ حال
اس کے جنم کنہ میں ہیں بے بصر

اس پر عاقل روح کی کرامات ہے
جسم ہے جو شاد یا ناشاد ہے
طاقت و حرک - نمو - پائندگی
سب کا دل اس نور سے معور ہے
ہر تغیر کی وبا سے برکنار
بے خطر ہے ہر محنت کے خلا سے
بے بلا حاصل یسب جہاں و یاں
اس کے غم میں ہونہ ہرگز مضحک ہے
بڑھ دیری سے بسوئے زرد مگاہ

جنگ لڑنے میں نہ این و ایں کر
تو دلاور صفدری میں بالکمال
سرفراز جنگجو یاں جہاں
حیرت ہے ہو جائے یوں آشفۃ حال
کیوں مقدس فرض سے انکار ہے؟
موت سے خائف ہے تیری جان کیوں؟
اس کی عظمت ہے اسی پر منحصر
اس کا تو لڑنے ہی میں کلیان ہے
کر نہ اب انکار ہرگز جنگ سے
بڑھ حیثیات سے سوئے میدان تو

۱۔ پریشان - ۸۔ میدان جنگ - شلوک نمبر ۳۱ - ۱۱۔ مال مٹوں - ۱۲۔ تیرا ناز - ۱۳۔ دشمن کی لائنوں کو توڑ دینا - ۱۴۔ جنگجو شہر - ۱۵۔ ہر بلند بہت شہر - ۱۶۔ ڈرنے والا - ۱۷۔ سب سے زیادہ غریب - ۱۸۔ پتھری مہربودی - ۱۹۔

۱۱۔ عقل مند - روشن ضمیر
۱۲۔ دکھ - ۱۳۔ نا امیدی

شلوک نمبر ۲۸

۱۔ نظر نہ آنے والا -
۲۔ پوشیدہ - ۳۔ ظاہر
۴۔ صورتوں -
۵۔ روشنی بخش
۶۔ پوشیدہ - ۷۔ پوشیدگی
۸۔ زخمی دل والا دکھی -
۹۔ زیادتی

شلوک نمبر ۲۹

۱۔ بہت ہی مشکل
۲۔ کوئی - کوئی -
۳۔ بیان - گمان
۴۔ ایک عقلی قوت جسکے
ذریعے انسان کو ہر چیز کا
گمان حاصل ہوتا ہے -
۵۔ حیران پڑھانے والی
۶۔ انکار - ۷۔ جو اس سے
مستے کہنے چھپتے - سننے
دیکھنے والی - ۸۔ اندیاں -
۹۔ پریشان - ۱۰۔ کسی شے
کی حقیقت کو سمجھنا -
شلوک نمبر ۳۰
۱۔ عمل کرنے والی - کار فرما
۲۔ بڑھتی طاقت
۳۔ تمام ہستی کو قائم رکھنے کی

شری منوہار لال جی

”پیرا رقص“

مانگوں میں تجھ سے جو کچھ جھکے وہ ایشور دے
دل دے وہ دل کہ جس میں درد جہاں سمائے
زر کی چمک سے اُنہیں چندھیا سکیں نہ میری
سنت کی چٹان پر میں ڈٹ جاؤں مرد بن کر
نیکی کی رہ دکھائے۔ بدلوں کو جو بھلائے
تختِ غرور میرے نزدیک بھی نہ بچھکے
سائیں ہوں تیرے در کا جھولی مری تو بھر دے
السان کیلئے جو بھٹن جائے وہ جگر دے
اور حسنِ عارضی پر ٹھہرے نہ وہ نظر دے
دُنیا ادھر کی چاہے کوئی ادھر کو کر دے
ایسا ہی رہنما دے ایسا ہی راہبر دے
در تیرے کے سوا جو ٹھکنے نہ پتے سر دے

جیسا ہے نام میرا ویسا بنوں منوہار!
اُپدیش میں تو میرے کچھ ایسا ہی اثر دے!!

موتیوں سے تولنے والی کتاب (مصنف شری بھاکش جی سائینی)

پربھو کے ساکشات درشن

اس نامزد ترین کتاب میں پربھو کے ساکشات درشن کے مختلف طبقات کھولنے کی کئی کئی سہجی روحتوں کی دقیق ترین گہرائیوں کو سادہ زبان باتوں میں کھول کر دکھ دیا ہے آپ اسے پڑھ کر بے ساختہ کہہ اٹھیں گے واہ کیا عالمگیر تعلیم ہے۔ کیا ہم کبھی اُپدیش ہے۔ یہ زندگی کا انمول تحفہ اعلیٰ ترین سچائیوں کی روشنی میں صحیح طور پر چھینا سکھانا ہے۔ اس میں زندگی کی سبھی الجھنوں کا حل پایا جاتا ہے اس میں ایک ہی وقت میں گہان بھگتی اور کرم (خیال جذبہ اور عمل) کی ہم آہنگی اور واقفیت دکھائی گئی ہے۔ خداوند کو پڑھئے تو ہر پھر دیکھتے ہیں کا کمال کہ کس طرح زندگی کی ٹوٹی پھوٹی اور بکھری ہوئی لڑکیاں دوبارہ چمکتی ہیں کس طرح اُدھوری اٹھڑی اور بے چین زندگی اور جیون یا آجک جیون میں تبدیل ہو جاتی ہے کس طرح زندگی کا رنگین پہاڑ ہے جوئے چین میں بدل جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مشک آستیت کہ غور ہوید کہ عطار بگوید لیکن ایک قوم مظالم کی آذیت لازم ہے قیمت ایک روپیہ فیڈیوٹی آؤڈر بھیک کتاب پریناک ڈاک میں منگائیں۔ یا دوسری کہتے کیسہ متکاں۔

میلنے کا پتہ دفتر رسالہ اوم اندرون انجیری گیٹ دہلی ۶

نوجوانوں میں اخلاقی گراؤٹ پھیلانے والے ریڈیو اور سینما دولوں میں مفید تبدیلی اور اصلاح کی ضرورت

ہمارا یہ نکتہ یقین ہے کہ ریڈیو اور سینما عوام کو حقیقی اور سچی تعلیم دینے کے مقصد سے قائم کئے گئے تعلیم کے ساتھ ساتھ تفریح طبع کا مسالہ بھی ہم پہنچانا ان دولوں کے پروگرام میں خاص طور سے شامل تھا لیکن ہمیں چھکر انتہائی قلق ہوتا ہے کہ اب تک ریڈیو اور سینما اپنی موجودہ شکل میں انسانی جذبات کی اشاعت کا جذبہ بن چکے ہیں اور ہمارے دیش کے نوجوان لڑکے لڑکیوں کو عیاشی اور دیوانہ بازی سکھانے کا محنت بن رہے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ جو کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس کا برائے راست اثر ہمارے دلوں پر پڑتا ہے۔ کانوں سے سنی ہوئی بات کا اتنا گہرا اثر ہمارا دل قبول نہیں کرتا جتنا آنکھوں دیکھی تصویر سے متاثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے دیش میں جو اب تک عقیدہ اور گھٹیا قسم کی فلمیں بن رہی ہیں ان سے نوجوان لڑکے لڑکیاں گمراہ ہو کر بدی اور بد چلنی کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ چین میں ہم جو کچھ دیکھتے یا سنتے ہیں اس کا فاصلہ اثر ہمارے ذہن میں کافی عرصہ تک موجود رہتا ہے۔ غور طلب بات یہ جو کہ آٹھ آٹھ دس دس سال کے معصوم بچے جب تک کی گندمی، داسیات اور فحش فلمیں دیکھتے ہیں اور گھبرا کر ان فلموں کے عقیدہ گیت گاتے ہیں تو جوان ہو کر وہ بیسیویں صدی کے نیلی مچھوں شیریں فراد اور نہ جانے کیا کیا بننے کے خواب دیکھتے ہیں ان کو چشم اور فیشن پرست والدین کی حالت پر رونا آتا ہے جو اپنے بچوں کی زبانی اس عقیدہ گیت سن کر خوش ہوتے ہیں اور اکثر خالوں میں انہیں انعام دیکر ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

یہی حال ریڈیو کا ہے وہاں پر فراموشی گاؤں کے پروگرام سے جو گیت نشر کئے جاتے ہیں وہ عام طور پر گندی فلموں کے اخلاق سوز افسانے ہوتے ہیں اور انہیں ہر روز ہمارے گھروں میں اپنے والے معصوم بچوں کے کانوں میں ڈالا جاتا ہے اگر خداوندان ریڈیو اپنی صفائی میں یہ کہیں کہ صاحب اس میں ہمارا کیا قصور؟ لوگوں نے فراموش بھی اور ہم نے اسے پورا کیا۔ یہ فراموش کرنے والوں کی بددلتی ہے کہ وہ عشق و محبت کے گانے سننا پسند کرتے ہیں لیکن ہم ان کے اس عذر کو تسلیم نہیں کرتے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے گاؤں کی فراموش کرنے والے اکثر وہ نوجوان لڑکے لڑکیاں ہیں جن کے دماغوں پر فلم آرٹسٹ ہفتے کی دو تین سوار رہتی ہے اور جو اس لائن میں شامل ہونے کیلئے اپنے خاندان کے ننگ و ناموس کو بھی طاق میں رکھ دیتے ہیں۔ ایسے ریڈیو کے اعلیٰ منتظان کا یہ قومی فرض ہے کہ وہ ایسے پروگرام کو نشر نہ کریں ہرگز اجازت نہ دیں جن سے نوجوانوں کے اخلاق پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو۔

فلم پروڈیوسروں کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنی جیبیں بھرنے کی کوشش میں فحش مکالمے گندے گیت، عریاں ناچ اور اخلاق سوز مناظر پیش کر کے قیام ملک کو ذلت اور بد اخلاقی کے گہرے گڈھے میں نہ ڈھکیلیں۔ انگریزی حکومت کو یہ جانتی تھی اور اس نے ایسا کیا لیکن ہماری اپنی حکومت کو تو اس سلسلہ میں فوری توجہ دینی چاہئے اور ہمارا بوجھ ان لوگوں پر مٹی باندھ کر خاموش نہ رہنا چاہئے۔

ہمارا یہ وشواس ہے کہ اگر ریڈیو اور سینما سے مناسب ڈھنگ پر کام لیا جائے تو صرف یہاں کے عوام میں سچی حسب اطمینان اور مرض شناسی کے جذبات کو بیدار رکھا جاسکتا ہے بلکہ ملک کی نئی تعمیر میں دیش واسیوں کو حصہ لینے پر ابھارا جاسکتا ہے۔ اور نوجوانوں میں فیشن پرستی، عیاشی، خود غرضی اور بے حیائی کے خیالات کو پھیلنے سے روکا جاسکتا ہے۔ اسے کاش ہماری قومی سرکار اپنی آنکھیں کھولے اور دیش واسیوں میں بڑھتی ہوئی بے حیائی، بد اخلاقی اور نیست مٹی کو دور کرنے کیلئے ریڈیو اور سینما کو موثر ڈھنگ پر استعمال کرے۔

(نشرت خوشنیل ایڈیٹر ویس سوک دہرہ دون)

راتن سے سبق

جو آپن چاہئے کلیانا۔ جس سستی سبھ گئی سکھ نانا پاپا سو پر نانی دلار گوسائیں۔ جو چوٹھ کے چند کی نائیں جو منش اپنا کلیان بندریش سو بدھی۔ شجہ گئی اور نانا پر کار کے سکھ چاہتا ہو۔ وہ ہے سوامی! پر استری کے ہلاٹ (چہرہ) کو چوٹھ کے چندرما کی طرح تیاگ دے۔ ارتھات جیسے بگ چوٹھ کے چندرما کو نہیں دیکھتے۔ اُسی پرکار پر استری کا سکھ ہی نہ دیکھے! کام کرو دھرمی بوجھ سب ناٹھ ترک کے ٹٹھ = سب پری ہری رکھو ہیری بھجو بھج ہیں ہی سنت۔ ہے ناٹھ! کام کرو دھرمی اور لوکھ۔ یہ سب ترک کے راستے ہیں۔ ان سب کو چھوڑ کر شری رام چندرما کو بھجئے۔ جنہیں سنت یعنی سنت پریش بھجئے ہیں۔

سستی گئی سب کے ارہ ہیں۔ ناٹھ پران نگم انس کہہ ہیں

جہاں سستی تہتر سمیتی نانا۔ جہاں گئی تہتر بیتی تہرانا

ہے ناٹھ! پران اور وید ایسا کہتے ہیں۔ کہ سو بدھی (اچھی عقل) اور کو بدھی (کھوٹی عقل) سب کے ہر دم میں رہتی ہیں۔ جہاں سو بدھی ہے وہاں نانا پرکار کی سمپدائیں اسکھ کی سستی رہتی ہیں۔ اور جہاں کو بدھی ہے۔ وہاں پریشام میں رہتی (دکھ) رہتی ہے۔

وہی آدمی ہے ، وہی آدمی ہے

کبھی کو دکھی دیکھ آئسو پہائے : جو غیروں کو بھی اپنا ساتھی بنائے
مصیبت کے لمحات میں سُکرائے : جو صابر و شاکر ہو راضی رضائے

وہی آدمی ہے ، وہی آدمی ہے

نہ دشمن کا ڈر ہو نہ غم آشنا کا : خزاں کا نہ کچھ خوف بادِ فنا کا
صلہ دے جو ہر دم وفا سے جفا کا : جسے آسرا ہو فقط اک خدا کا

وہی آدمی ہے ، وہی آدمی ہے

محبت کرے جو ہر اک آدمی سے : کبھی پیش آئے نہ وہ بے رنجی سے
عرض دوستی سے نہ کچھ دشمنی سے : نہ وابستگی ہو خوشی سے تنہی سے

وہی آدمی ہے ، وہی آدمی ہے

کہیں رنج دیکھے تو رنجور ہو وہ : خوشی میں ہو کوئی تو مسرور ہو وہ
شراب محبت سے مخمور ہو وہ : محبت پرستی میں ہی چور ہو وہ

وہی آدمی ہے ، وہی آدمی ہے

وہی

آدمی

ہے

ہر قلم

شری گوبال داس

مسرور

ہستہ گاندھی کے وچار

ہندو دھرم کی مقدس کتابوں میں لکھا ہے کہ جو دوسروں کو کھلائے بغیر کھاتا ہے یا بچہ کئے بغیر کھاتا ہے۔ وہ چور ہے۔ اگر پر ماتا ہمیں طاقت اور دولت دیتا ہے تو وہ اس لئے دیتا ہے کہ ہم اُسے بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی کے لئے خرچ کریں اور اُسے ذاتی اور نفسانی مفادات کو پورا کرنے کیلئے برباد نہ کریں۔

اگر پر ماتا ہمیں ہے تو ہم بھی جس ہو سکتے اس لئے ہم سب اُسے ایک آواز سے اور مختلف اور بے شمار ناموں سے پکارتے ہیں۔ وہ ایک ہے۔ وہ لافوراد ہے۔ ذرہ سے بھی چھوٹا اور مایہ سے بھی بڑا ہے۔ سمندر کی ایک بوند میں بھی سما سکتا ہے اور دنیا بھر کے سمندروں سے بھی وہ بہت بڑا ہے۔ اُسے جتنا نئے کیلئے عقل کام نہیں دے سکتی۔ وہ تو عقل سے پر ہے ہے۔ ایشور کی ہستی ماننے کے لئے اعتقاد کی ضرورت ہے۔ میرا اعتقاد عقل سے بھی زیادہ اُس کے دھرتا ہے۔ اور میں ساری دنیا کی مخالفت کے باوجود بھی یہی کہوں گا کہ ایشور ہے۔ اور ضرور ہے۔

ایشور اُجالا ہے۔ اندھیرا نہیں ہے۔ وہ محبت ہے نفرت نہیں۔ وہ سچ ہے جھوٹ نہیں۔ وہی ایک اور سب سے بڑی طاقت ہے۔ ہم اُسکے بندے اور اس کی خاک ہیں۔

سچی ترقی کیلئے مضبوط ارادہ۔ انکسادی اپنی قربانی کا جذبہ اور مطلوبہ ضبط (یعنی تپ برت اور اندے سینگ) کی بے حد ضرورت ہے۔ یہ سب کچھ دعا (پرارتھنا) اور رضا کارانہ فاقہ کشی (نیم پور وک برت) سے حاصل ہوتا ہے۔

مورنی پوجا میں مورتی پوجا میں یقین رکھتا ہوں۔ مورتی پوجا انسانی خصلت کا ایک خاصہ ہے۔ مورتی پوجا املا دی ذریعہ جو۔ کوئی ہندو مورتی کو پر ماتا خیال نہیں کرتا۔ میں مورتی پوجا کو گناہ خیال نہیں کرتا۔ مسلمان اور عیسائی دوسری کسی جگہ کی نسبت اگر جاگھڑ اور مسجد سے کیوں زیادہ افسوس رکھتے ہیں!

انسان سے کوئی چیز ممکن نہیں۔ پر ماتا سے ہر ایک چیز ممکن ہے۔ پر ماتا کے سامنے ہماری ہستی ایک تکیے کے مانند ہے۔ وہ ہمیں جبر جیسے ارادے۔ ہم اس کی مرضی کے خلاف نہیں جاسکتے۔ اُس نے ہم سب کو ایک ہو کر رہنے کیلئے بنایا ہے نہ کہ الگ الگ رہ کر زندگی گزارنے کے لئے۔

پر ماتا اپنے جھگتوں کی آزمائش کیا کرتے ہیں۔ وہی انہیں اس قدر طاقت دیتا ہے کہ وہ آزمائش میں کامیاب ہو سکیں۔ پر ماتا جن لوگوں پر اپنی برکت نازل کرنا چاہتا ہے انہیں بعض اوقات کڑی آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔

میں پر ارتھنا پر زیادہ زور اس لئے دیتا ہوں۔ کیوں کہ میں ایک اعلیٰ ہستی کا یقین رکھتا ہوں۔ پیدائش صرف ایک اتفاقیہ چیز نہیں ہے۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ زندگی اور موت ایشور کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم دن بھر ایشور کا خیال کرتے تو نہایت اچھا ہوتا۔ چونکہ ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں ہر روز کچھ منٹ اس کی یاد ضرور کرنی چاہئے۔ اگر ہم اپنے پیدا کرنے والے کی لا محدود مہربانیوں کے لئے اُسکا شکریہ ادا نہیں کرتے تو زندگی بے معنی ہو جاتی ہے۔

پر ارتھنا

محبت کا سبق

مثنوی کا
نظمی کلام
صنعی

کیوں بھول گئی یاد وہ آزادی کے دن کی
اُس مغربی پنجاب کے بربادی کے دن کی
جب چھوڑ کے گھر بے سرو سامان ہوئے تھے
جاں رکھتے ہوئے جسم میں بے جان ہوئے تھے
مسلم کا تقاضہ تھا کہ ہو ہند کی تقسیم
بلتے نہ اُسے ہند میں تھے کوثر و تسنیم
بے گھر ہوئے بے آبرو، ناموس کو کھویا
تھا دیکھ کے حالات وہ خود ظلم بھی رویا
مسلم کے لئے ہند کا بٹوارہ ہوا تھا
اس کے ہی لئے کھیل صفی سارا ہوا تھا
کھتی بالو کی ہڈیوں پہ پڑی پاک کی بنیاد
رو رو کے وہی ہڈیاں ہیں پھر کرتی یہ فریاد
نفرت کے ہی ہیں بیج جواب بولنے لگے ہو
جو چیز ہے حاصل اُسے کیوں کھونے لگے ہو
اُپس میں ملو اور محبت کو بڑھاؤ
پھر مل کے یہ آزادی کا دن خوب مناؤ
مذہب کی نہ تفریق کے پھر راگ وہ گاؤ
ہو بھارتی سب دلیس ہی بات بٹھاؤ

صفی

ہری اوم تہ ست جو سیوا آپ پچھتے تیس برسوں دیش کی اور جاتی کی مندریو رسالہ اوم کر رہے ہیں اور جو مضامین انکوں کے ذریعہ نکالے گئے ہیں وہ یقیناً سہرے حروف میں لکھی جاویں گی یہی سب کے پُر دان ہے بھوتے ہوئے لوگوں کو صحیح مارک دکھانا بہت بڑا کام ہے۔
مجھ جیسے ہزاروں بچے بدھی لوگ اس روشنی سے لالچہ اٹھا رہے ہیں جو اپنے بندہ بیدار اوم دی ہے۔ پرانا بیوک ہونے کے ناطہ مجھ بھادو مائیں جو میرے سن میں تیس بندہ لیکے۔ پشوان چور کون۔ کچھ رہا ہوں اگر ایک مینار پر پوری اترے تو رسالہ ہڈیاں پھاپنے کی کر پائیں۔

چور کون

شرید بھگوت گیتا کے تیسرے ادھیائے کرم یوگ کے بارہویں شلوک میں بھگوان شری کرشن نے بالکل صاف شبدوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ چور کے ذریعے ٹھلے دیوتا۔ بہتارے لئے اشٹ بھوگوں کو دیں گے۔ اور اُن کے ذریعے دیئے بھوگوں کو جو آدمی اُن کو دیئے بنا ہی بھوگتا ہے۔ وہ نشیہ ہی چور ہے۔ مطلب یہ کہ کر تو یہ روپیہ کیکر سے لپٹت ہوئے دیوتا۔ تم کو من جا ہے بھوگ دیں گے۔ مگر ان دیوتاؤں کا دیا ہوا بھوگ پھر انہیں دیئے بنا۔ جو آدمی سب بھوگیا پدارتھ آپ ہی بھوگتا ہے۔ وہ یقیناً چور ہے۔ سستار کے سارے پدارتھ جو بھوگیا ہیں سب کی اٹھی محنت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ سب کے خواہ وہ ترناری ہوں۔ یا کیٹ تنگ۔ پران اذھا را ہیں۔ اور جو آدمی ان پدارتھوں سے صرف اپنی ہی ضروریات کی تکمیل کر کے۔ دوسروں کو ان سے محروم رکھتا ہے۔ وہ ان دیوی شکیتوں کا چور ہے۔ چور اس لئے ہے کہ دیوی شکیتوں نے وہ بھوگ اُسے اس لئے دیئے ہیں کہ وہ دوسروں کا حق اور دیوتاؤں کا جھٹ نکال کر جو بچے۔ وہ اپنے استعمال میں لاوے۔ مگر وہ خود غرض سارے شک بھوگ اپنے لئے ہی ذخیرہ کرتا ہے۔ اور خود ہی بھوگ جانتا ہے۔ پس دوسروں کا حق مارنے والا۔ ہونے کی وجہ سے وہ چور ہے۔ اور اپنی خود غرضی کے باعث نہ صرف دینا۔ بلکہ دیش اور جاتی کا بھی ناش کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اناج وغیرہ بھوگ کی سب چیزیں سب پرائیوں کے لئے ہیں کسی ایک واحد شخص کی نہیں ہیں۔ مگر جو آدمی ان کا ذخیرہ کر کے اُن پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور خود غرضی سے مغلوب ہو کر انہیں اپنی ہی ملکیت سمجھتا ہے۔ وہ چور ہی ہے۔ وہ خود تو شری کی سجاوٹ۔ اور اس کے عیش و عشرت میں لھنیس کر کلیان مارگ سے گنٹھ ہوتا ہی ہے۔ مگر اپنی حرص اور تجوسی کے باعث دیش اور جاتی کو بھی بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسے اے جب کرتے ہیں تو فصل کا بہت نقصان کرتے ہیں جس سے فصل نشٹ ہو جاتی ہے۔ نیز تو بعد میں خود بھی نشٹ ہو جاتے ہیں۔ اچکل کے دیش میں ان چوروں کا بہت ہرجا ہے۔ جنہوں نے اناج ذخیرہ کر کے دیش کو سنکٹ میں ڈال رکھا ہے۔ دیش کی فتنہ مہا کار کر رہی ہے۔ اور کونے کونے سے روٹی کی آواز آرہی ہے۔ نیز تو ان چوروں کے کانوں میں جوں تاک نہیں رہی اور وہ ذخیرہ شدہ اناج کو جینگے دام بیکر شری کی سجاوٹ اور اس کے لئے عیش و عشرت کے لئے دھن اکٹھا کرنے میں مصروف ہیں جو ناشکاران ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ یہ صرف اویا کے کارن ہے۔ کیونکہ جب تاک انسان آئیت میں نریتہ بدھی رکھتا ہے۔ اپوتر کو پوتر سمجھتا ہے۔ دکھدانی چیزوں کو سکھدانی مانتا ہے۔ اور جڑ کو جیتن مانتا ہے۔ تب تاک وہ کلیان مارگ نہیں اپنا سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا بیمار لینے آپ کو بیمار نہیں سمجھتا۔ بلکہ تندرست تصور کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے تو کبھی مرنا ہی نہیں جسم کی خوبصورتی پر ہی مست ہو رہا ہے۔ دشتے بھوگوں سے جو من اور اندریوں کی ہانی

ہوتی ہے۔ اس ہانی کو کھٹھ اور آئندہ آنتا ہے۔ اور شریر کو ہی آتما مان کر اپنا، منش جسم جو کہ دیکھ ہے۔ اکارتھ کھو رہا ہے۔ اور فضول میں بھٹک بھٹک کر اپنی عمر برباد کر رہا ہے۔ یہ دھن دولت جو کہ توں نے۔ ریاکاری۔ مکادی اور فریب سے کمانی ہے۔ اور جس سے تو شریر کی سجادت کرنے میں مصروف ہے۔ تیرا ساتھ نہ دیگی۔ اور جس شریر کے لئے تو سب طرح سے چور بنا ہے۔ تیرا ساتھ نہ دے گا۔ کسی نہ کسی دن کچھ کو دھوکہ دینگا۔ اور ساتھ چھوڑ جائے گا۔ سنبھل اب بھی سننے کا وقت ہے۔ غور ابی دوسروں کا صہ جو تو نے دبا رکھا ہے دے دے۔ ورنہ بھگوان تجھ کو کبھی بھی معاف نہیں کریں گے۔ اٹھ اور جلد ہی جو بدنامی اور کلنگ تیرے ماتھے پر دلش اور جاتی نے لگا یا ہے۔ دھو ڈال۔ ورنہ اس کا نتیجہ تجھے اوشیہ ہی بھوگنا ہوگا۔ اوم۔ شانتی۔ شانتی۔ شانتی۔

خدمتِ خلق!

شری نو بہت رائے شوخ

خدمتِ خلق اور یادِ حق سے تو	×	پاک ہوگا اے عزیز نیک خو
صاف شفاف اپنے دل کا آئینہ	×	اس عمل کی مشق سے پائے گا تو
آئینہ دل میں ہوگا ناگہاں	×	نور ذاتِ پاک تیرے روبرو
نور ذاتِ پاک ہی وہ نور ہے	×	جس سے روشن ہے جہانِ رنگ و بو
روشنی ذات کی تنویر سے	×	زندگی ہی زندگی ہے چار سو
آئینہ دل میں آتا ہے نظر	×	جلوہِ حسنِ ازل ہی ہو بہو!

جلوہ ذاتی سے خود کو اے عزیز!

پائے گا بحرِ سرور و نور تو!!

دُنیا بھر کی دولت مل جانے پر بھی انسان کو قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا

(دُنیا کے امیر ترین دو بوڑھوں کی رائے)

تو پیار گو لنکس۔ کو دُنیا میں تین کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ اس کے کتنے ہی جہاز اور کارخانے ہیں۔ اس کی دولت کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ پال گینی جس کی عمر 72 سال ہے۔ اس کا شمار دُنیا کے امیر ترین آدمیوں میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے حالات لکھ رہا ہے۔ تو پیار اور گینی۔ میں عرصہ سے خط و کتابت ہوتی رہی۔ جس کا موضوع یہ تھا۔ کہ دولت سے قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔ دونوں کا ملاپ لندن میں ہوا۔ جہاں دونوں نے تبادلہ خیالات کیا اور فیصلہ کیا کہ دونوں ملکر ایک کتاب لکھیں جس میں بتایا جائے گا کہ "دُنیا بھر کی دولت مل جانے پر بھی ایک انسان کو قلبی سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے دل میں خدا کے لئے پیار اور محبت خلق کا جذبہ نہیں ہوگا۔"

(ماخوذ)

صحیح تشخیص باقاعدہ علاج جمعہ دواؤں
خاص النماص

دانش

بچوں کی کمزوری، ریشہ، اور نزلہ، زکام اور دائمی تھکاوٹ

بلغم کی زیادتی کے لئے

قیمت صرف دو روپیہ قیمت صرف 2/12 روپے

گاندھی دواخانہ 152 ڈی کملا نگر دہلی

ٹیلیفون نمبر 229929

مصنفہ۔ خاندانی حکیم۔
رہبر صحت مند لال پوری۔

یہ کتاب تقریباً دو صد صفحات پر مشتمل ہے کاغذ اعلیٰ قسم کا ۷۲ پونڈ اور لکھائی چھپائی دیدہ زیب، 130 نہایت کاملاً مددگار کا مجموعہ ہے جس میں دماغ، کان، ناک، دل، معدہ وغیرہ تمام جسم کے ضروری انگوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ہر ایک حفاظت تیسرے باب قدرتی اور نام نہاد صحت اور صحت اور زندگی کے قیمتی راز اور تندرستی کے 151 انہری اصول بیان کیا گیا ہے صحت کو بگاڑنے والی باتیں جیسا کہ باب 10 کے آخر میں بتایا گیا ہے اور تندرستی کے لازماً انکی اپنی اپنی ساتواں باب۔ بڑھاپے کا دور سے کوئی تعلق نہیں لکھواں باب۔ درازی عمر کے لازماً حصہ دہم میں عام گھریلو امراض اور انکا نہایت مستحق علاج درج ہے۔ گویا یہ کتاب ہر طرح سے مفید اور جواب ہے قیمت 3/4 روپے لیکن حکیم صاحب کے ارشاد پر رسالہ اوم کے خریداران کیلئے اسی قیمت پر دو روپیہ میں فروخت ہو رہی ہے تاکہ خرچ 85 پیسہ علاوہ ہوگا۔

بیتہ۔ دفتر رسالہ اوم اجیری کمیٹی دہلی ۱۵۶

راہِ نجات

ارتقلم
(پندت وید پرکاش جی شرما)

آج دنیا کے مدبر اس بات کی کھوج میں سرگرداں ہیں کہ کسی طرح دنیا میں شانتی کا ماحول پیدا ہو جائے اور انہیں اپنی ہستی کو پہچان سکے۔ ہر روز نئی نئی سبکیں شانتی پیدا کرنے کے لئے بنائی جا رہی ہیں مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پائے آج تک کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ برعکس دنیا کو اشانتی شدہ مد سے کھائے جا رہی ہے۔ اس کا کارن کیا ہے؟ اس کا کارن سو اے اگیان کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ دنیا اگیان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور عاقبتی یہ ہے کہ اُسے اُنند کی روشنی ملے۔ اگیان اندھا ہے۔ اس سے روشنی کہاں سے حاصل ہو اس لئے جب تک انسان اگیان کی طرف نہیں بڑھتا۔ اُسے شانتی ملنی ناممکن ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا اگیان کی طرف کیسے بڑھ رہی ہے؟ جبکہ آج سائنس انسان کی ترقی پر ہے۔ آج کا انسان چاند اور ستاروں پر پہنچنے کے خواب لے رہا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب انسان اکاش کے پر راز پرواز کو بھاڑ دے گا۔ یہ سب کچھ درست ہے۔ آج سائنس عروج پر ہے۔ نت نئی ایجادیں ہو رہی ہیں۔ اس کی بدولت دنیا میں طرح طرح کے عیش و آرام کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر کیا وجہ ہے کہ پھر بھی آج کا انسان ہر اش و نراش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کی تعلیم نے ہمیں مادہ پرست بنا دیا ہے۔ ہماری نظر فکر مادے سے پرے نہیں جاتی ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شانتی جیسی چیز کو جو ہمارے اپنے اند سے مادے میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ مادہ جڑ ہے۔ اس میں اپنی کوئی طاقت نہیں ہے خود کسی طاقت کے زیر اثر قائم ہے۔ جو خیر خود کسی کی غلام ہو۔ وہ بھلا کسی کو کیا آزادی (شانتی) دے سکتی ہے۔ اس لئے مادہ پرستی شانتی کا کارن نہیں بن سکتی۔ مگر اس کا مطلب یہ بھی نہ لیا جاتا ہے کہ مادے کا وجود ہی فضول ہے۔ دنیا میں یہ بات ملنے کوئی چیز بھی فضول پیدا نہیں کی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جب ہم کسی شے کو غلط طریقے سے استعمال میں لاتے ہیں تو ہمیں رگ پہنچتی ہے۔ لہذا ہم اُسے ناقص یا فضول تصور کر بیٹھتے ہیں۔ دراصل تصور ہماری عقل کا ہے۔ بنانے والے نے ہر چیز اپنی جگہ نہایت مکمل اور فائدہ مند بنائی ہے۔ لہذا تصور مادے کا نہیں ہمارا ایندھ ہے۔

جب تک اس پریم تپا پر ماتا کی آیات گرہ یا سے انسان اپنے آپ کو نہیں جان لیتا اُسے دنیا کی اصلیت کا پتہ نہیں لگتا۔ اور وہ دنیا کی کسی بھی چیز سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس اُسے ہر شے سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ آج کے حالات اس بات کے شاہد ہیں۔

دنیا کے امیر ملکوں میں عیش و عشرت کی کونسی شے میسر نہیں پھر بھی ان ملکوں کے انسان اپنے اندر ایک زبردست خلا محسوس کر رہے ہیں۔ ان کی نیت نئی شادیاں۔ نیت نئی پوشائیں اور نیت نئی خوراکیں اُنکے دل کی آئینہ دار ہیں کہ وہ بے قرار ہیں۔ اور وہ ان چیزوں میں زرار کیلئے بھٹک رہے ہیں۔ مگر قرار نہیں ملتا۔ آخر قرار کی حسرت ہی لئے لقمہ اجل ہو جائے ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہزاروں خوشیوں میں بھی کہ ہر خوشی ہر دم نکلے بہت نکلے برے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اب جب ہم نے غور کر لیا کہ شانتی دنیا کی کسی شے میں نہیں تو من و چار کرنے لگ جاتا ہے کہ شانتی پھر ہے کہاں؟

ہمارے جاہل پرش ہمارے لئے یہ سوال حل کر کے چھوڑ گئے ہیں۔ ہمیں صرف اس کی طرف متوجہ ہو کر سمجھنا ہے۔ مگر بدبختی سمجھنے کے ہم اس سوال کا حل آج کی کتب میں جنکی بنیاد اداہ پرستی پر رکھی گئی ہے ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ابھی اوٹ پٹانک کتابیں پڑھ کر اپنے آپ کو گمراہ کر لیا ہے۔

اؤ اگر برہماتما کی ایسا کر پائے ہمارے اچھے سنسکار جاگ اٹھتے ہیں اور ہمارا جیون ساواک ہوتا جا رہا ہے۔ تو ہم اس گمراہی کو دیکھیں جس میں ہمارا زندگی کے ہر سوال کا جواب موجود ہے۔ وہ گمراہی ہے۔ شرمید بھگوت گیتا۔ گیتا ہمارا زندگی کے پیچیدہ مسئلوں کو کھولتی ہوئی گاتی ہے کہ اسے خوشی کے متلاشی انسان خوشی تمہارے اندر ہے۔ اسے باہر مت ڈھونڈ۔ اور اس شاعر کی طرح اندر جھک کر دیکھ۔ جو کہتا ہے۔

آئینہ دل میں ہے تصویر یار ۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھی

مگر یہ دیکھتے یہ تصویر یوں نظر نہیں آتے گی۔ کیونکہ جس آئینہ میں یہ تصویر رکھی ہے۔ وہ تو کام۔ گردہ۔ موہ۔ لوبھ اور اہنکار کے گرد و غبار سے اٹاپا رہا ہے۔ لہذا پہلے آئینہ دل سے یہ گرد ہٹانی پڑے گی۔ اس کے بغیر کام نہ لگائیں۔ اور ذرا دل ہو جائیں اس پر تو تصویر سے جھکے لئے ہم موت سے تڑپ رہے ہیں۔ مگر خیر ذرا گرد ہٹانے کا بھی کوئی طریقہ ہے قاعدہ ہے۔ اگر ہم بغیر طریقہ اور قاعدہ کے صفائی کا کام شروع کر دیں گے تو ہم خود اس گرد و غبار میں اس طرح اٹ جائیں گے۔ کہ بھاگتے ہی بنے گی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے اس گرد کی اعلیت کو جان لیں۔ کیسے جانیں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ گیتا ہر مسئلہ پر ہماری رہبری کرتی ہے۔ ذرا اسے دہرناؤ۔ اور پھر دیکھو نظارہ۔

ارجن لئے کھگوان کرشن کو رہ رہنا تھا تو گیتا نے جنم لیا تھا۔ اور یہی گیتا آج تک ہماری رہبری کرتی چلی آ رہی ہے ارجن نے زندگی کے پیچیدہ مسئلوں کو سمجھنے کے لئے کھگوان کرشن پر طرح طرح کے سوال کئے تھے۔ لہذا کھگوان کرشن ارجن کو سمجھاتے سمجھاتے جب چورھویں ادھیائے پر پہنچتے ہیں تو چورھویں کا ہاندن کرچودہ طبع روشن کر دیتے ہیں۔ اور ارجن سے یوں گل افشاں ہوتے ہیں۔

پھر ارجن سے کھگوان بولے کہ سن ۔ جو گیانوں کا گیان ہے سن اس کے گن

سنی جس کو یہ گیان حاصل ہوا ۔ کمال فضیلت کو حاصل ہوا

اس کے بعد کھگوان مایا کا آبریش کرتے ہیں اور ہیں اس کی رگ رگ سے واقف کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہم مایا کے حال میں نہ پھنس جائیں۔ اب کھگوان مایا کی اندرونی تصویر دکھا رہے ہیں۔

منو دار مایا سے ہوں تین گن ۔ پیڑ۔ ستونگن۔ روگن۔ تموگن۔ یہ سن

رے لاوتن روح تن میں کیس ۔ پیڑ۔ یہ قید گن کرتے ہیں۔ اس کو وہیں

لیجئے جس نے بھی یہ لاز سمجھ لیا۔ اسے کوئی بھی آئندہ سے ہمکنار ہونے سے نہیں روک سکتا۔ اؤ ذرا ہم گیتا جی کی گریا سے اس لاز کو اور کھولیں۔ اور ان گنوں کی غاصبت سے ابھی طرح واقف ہو جائیں۔ تاکہ من کی صفائی میں کسی قسم کی ڈیج نہ ہو۔

(۱) تموگن = "ہر گن ہستی کو نیستی کی طرف لے جانے والا ہے۔ لہذا اس میں کاہلی۔ سستی۔ بغلت اور خود غرضی

کا گندہ مواد بھرا پڑا ہے جس سے لوبھ اور موہ پیدا ہوتا ہے۔

رجوگن۔ یہ ہستی میں ہجان پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اس میں الجھل اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس میں کام۔

گردہ۔ اور اہنکار کی آگ چھی ہوئی ہے۔ اس لئے اس میں گیان اور آئند کا خزانہ مضمحل۔
 سقوگن۔ جیسا کہ اس کا نام ہے۔ اوپر کے دونوں گنوں کے اٹھ ہے اس لئے اس میں گیان اور آئند کا خزانہ مضمحل۔
 اب جب میں دنیا کی اصلیت کا پتہ چل گیا، اور سمجھ گئے کہ دنیا کی ہر شے میں یہ تینوں گن کام کر رہے ہیں۔ تو شانتی کی راہ
 اور صاف ہو گئی۔ ہم دو قدم آگے بڑھے اور سوچنے لگے کہ واقعی بھگوان کا فرمان درست ہے لیکن ہم تو ہر روز پر کرتی سے
 تموگن اور جوگن زیادہ اپنے اندر کھینچتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں شانتی کی۔ آہ کتنی بھول ہے۔
 کیا ہم خوراک کے ذریعے اپنے اندر زیادہ مقدار میں تموگن اور جوگن نہیں کھینچتے۔ آج ہماری خوراک کیا ہے؟
 اندھے گوشت، شراب اور منشی اشیا، شاستر کہتا ہے کہ ان اشیا میں تموگن بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اس کا نام شاستر
 نے نامسک بھوجن رکھا ہے۔ اور جو لوگ ان اشیا کا سیون نہیں کرتے وہ نہایت چٹ پٹی اور مصالحو دار کھاتے کے
 عادی ہیں۔ شاستر کہتا ہے یہ راجسک بھوجن ہے۔
 اب ثابت ہو گیا کہ اوپر کے دونوں طریقوں کی خوراک ہمارے اندر جوگن اور تموگن بڑھان کرتی ہے۔ کیا جوگن
 اور تموگن میں شانتی ہے؟ نہیں تو پھر ہم کیوں کھاتے ہیں۔ اس کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے گیان کے کارن سے۔
 اب وہاں کو لو۔ جب ہمارا پائن پین تاسک اور راجسک خوراکوں سے کیا گیا تو ضروری ہے کہ ہمیں وہاں بھی
 ویسے ہی طبع کے کیونکہ ذات کو ذات پیاری ہوتی ہے پھر ہمارے گھروں کا ماحول بھی تو اچھا نہیں۔ ہر وقت راجسک
 اور نامسک خیالات کا اٹھا رہا بنا رہتا ہے۔ یہی کارن ہے کہ آج ہمیں گندے ناول، مجسٹ فلیس اور گندی سوسائٹی اچھی لگتی
 ہے۔ خوراک سے جب جوگن اور تموگن جب بڑھان ہوئے تو خیالات نے اسے اور مضبوط بنا دیا اس لئے۔ کھڑ کو
 آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔
 شانتی کے مارگ پر بڑھنے والو اپنی خوراک اور وہاں درست کرو۔ مگر کیسے؟ ست شاستر سے بہت سنگ سے۔ اسی میں
 خوشی کا دار مضمحل ہے۔ (اوم نم)

ہندو دھرم درپن

مُصنّف راجا صاحب لہ ہر گوبند جی ریٹائرڈ پی سی ایس

یہ دھرم لپٹک ۱۸۹ مضامین کا مجموعہ ہے۔ اور کا 25

صفحات پر مشتمل ہے۔ دھرم اور فرض ماہیت دھرم۔ اوتاروں کا مقصد درن آشرم دھرم۔ استری دھرم۔
 مسکرم۔ یعنی تقدیر پرستی اور تپنی کا دھرم۔ موجودہ تعلیم کے نقائص آخری عمر کا استعمال۔ حکومت کے فرائض۔
 امیر و غریب۔ وغیرہ وغیرہ ایسے لاجواب مضامین ہیں کہ ہر ہندو کہلاتے والے شخص کو انہیں ضرور پڑھنا چاہیے
 کتاب اعلیٰ 28 پونڈ سفید کاغذ پر چھپی ہوئی ہے۔ لکھائی بھائی زیدہ زیب ہے قیمت لائٹ کے مطابق
 صرف 22 روپیہ ڈاک خرچ 85 پیسہ علاوہ

لے کر

دفتر سالہ اوم اندرون اجیری گیٹ دہلی ۶

دولت کا بہترین استعمال ہی نجات ہے

از قلم راجہ صاحب لالہ ہر گو بندگی ریٹائرڈ پی سی ایس

امیری ہے خود غرض ہونے کا نام : اگر اُس میں ہو غرض اپنی تمام
 نہ ہو اس میں اگر دوسروں کا خیال : تو ایسی امیری ہے جہاں وبال
 جو ہوتے ہیں اوروں کے سر پر امیر : ہیں لاریب حرص و ہوا کے اسیر
 مگر جن کو دیتا ہے دولت خدا : تو ہے ساتھ ہی اُن کو دیتا سخا
 سخی غرض ہیں اُس کے اپنے نیم : وگرنہ ہیں کفران نعمت لیم
 جو دیکھیں کہیں مالدار و بخیل : تو ہے اسکی دولت کی گویا دلیل
 اگرچہ کفایت سے نیکی کی راہ : کفایت سخاوت بنا ہے گناہ
 مصیبت ہے اُسکے لئے اس کا زر : کہ ہے اس کا زر مفت کا درد سر
 تراشیں نہ گر بیل انکور کی : تو انکور میں پھیل نہ آوے کبھی
 جو چاہے کہ لے اپنی دولت بچا : تو دل سے کہے دھرم و کرم و سخا
 وگرنہ ہے ساری فضا چار دن : جواں ہو یا ہو بادشاہ یا مفسن
 خزانے میں بھرتے ہیں جواں و زر : نہیں اُس کی پھر سے بہتر قدر
 جو نہی پڑتی ہے اس کی قیمت کہیں : نکل جاتا ہاتھوں سے ہے وہ وہیں
 یہ بھی گویا اس بات کی ہے دلیل : یونہی پھولتے زریہ ہیں سب بخیل
 یہ گیتا میں اس واسطے ہے کہا : گیانی کو ہے سنگ و زر ایک سنا
 نہ تھا باپ کے پاس گو مال و زر : لیا اس نے صندوق پتھر سے بھر
 جو لڑکوں نے دیکھی یہ اسکی سنبھال : تو سمجھے کہ اسمیں ہے سب مال و مال
 تو دایا وہیں مار کر باپ کو : چھپانا تھا مشکل مگر باپ کو
 اسی طور سے سارے سرمایہ دار : کسی نہ کسی فکر کا ہیں شکار
 ہے اُن سے میری التجا بار بار : بڑھائیں نہ دولت سے اتنا پیار

کیا کھوایا کیا

از -
شہری ہر پیندگی خوشدل
ایک - ایسے - بی - بی

بیسارک - جرمنی کا وزیر اعظم ۳ برس تک - جنہی دستاویز اور لوہے کے ہاتھوں سے سالے یورپ میں اپنی خاطرانہ
میکارڈ اور عیارانہ طریقوں سے زندہ مانا رہا - اس کا عقیدہ تھا کہ جمہوریت - پارلیمنٹ - کثرتِ رنگ سے فیصلے سب ڈھکے سلعے ہیں -
وہ شخص جس سے ۳ برس تک سارا یورپ ہنسنے لگا رہا - ایک دن بیکی مینی دو گوش وزارت کی گدی سے ہٹا دیا گیا اسے اپنے
مرداری کوادر میں اپنا سامان سیٹے کی بھی پوری جھکست نہ دی گئی اور غضب خدا کا اُسے گویا چھوڑ کر اپنے گاؤں میں چلے جانے کے بعد
اس کی گیارہ دن کی تخواہ بھی کاٹ لی گئی - اس بنا پر کہ وہ زیادہ لے جا چکا ہے - یورپ کے اس اہنی مرد کو کیا معلوم تھا کہ جو ۶

چپ رہی زبان خیر لہو پکارے گا ستیس کا -
نیو لین - اٹلی کے جزیرہ کاریکا ایک ادنیٰ سیائی کا بیٹا - سیاسی سے جرنیل اور پھر جرنیل سے شاہ فرانس ہوا - برسوں تک
یورپ کی حکومتیں اس کے نام تک سے کانپ اٹھتی رہیں - وہ شخص جس کی گفت میں نام ممکن کا لفظ تک نہ تھا - آخر وہ ٹرو کے
میدان جنگ میں ۱۸۱۵ء میں انگریزوں سے شکست کھا گیا - پھر برس سینٹ ہلیا کے جزیرہ میں قید رہا -

ہندوستان پر دولت کے لالچ میں اگر سترہ بار حملہ کرنے والا محمود غزنوی ہندوستان کی دولت اور نوں پر لاد کر لے گیا
مرنے سے پہلے اس نے حسرت بھری نگاہوں سے ہند کی کوئی ہوئی دولت کو دیکھا - اور سوچا ہائے جس دھن دولت کے لئے نزارا
لے گئے انہوں نے خون سے ہاتھ نہ گئے اسے چھوڑنا پڑ رہا ہے - ۶ کیا بھی صدمے اٹھائے تھے اسی دن کیلئے - مجھ سے بدلے بھی
لئے تاکہ نے گن گن کے لئے -

اور سکند سکندر نہیں سکندر اعظم تاریخ عالم وہ ۶
پاؤں ہنسنے رہتے تھے جس کے سامنے جا بگئے - وہ مراد ۶ ہاتھ خالی کفن سے باہر تھے -
مسوینی اٹلی کا ڈکٹیٹر جرمنی کے ہٹلر کا دست راست دوسری جنگ عظیم میں جنہوں نے دنیا کی عظیم طاقتوں
تک کو بھی اضطراب کی حالت میں رکھا کیا کیا انہوں نے ستم ڈھائے نہ ہونگے دنیا بھر کی حکومت کا خواب دیکھنے
وہ دونوں کے دونوں میں تھے شہر غائب ہوا خوشی کر گیا خدا جانے مگر مسوینی ذلیل و خوار ہوا اور گویوں کی بار
سے مارا گیا لاش خاک و خون میں تڑپتی رہی کسی نے پوچھا تاکہ نہیں -

ایران کا ڈکٹیٹر نادر - نادر خان اور بھرنادر شاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا ۵۴ کروڑ ۳ لاکھ ۵۵ ہزار
روپیہ نقد لوٹ کر اور شاہ جہاں کا سر سے موتیوں والا تخت طاؤس اس کے علاوہ اپنے ساتھ لے کر اپنے وطن کو روانہ ہوا - ہند
کو برسوں تک مغربی اور لنگائی میں بے یار و مددگار بلکتا ہوا چھوڑ کر قتل عام میں ہزاروں کے خون میں نہا کر آخر ایران پہنچا
آغاز کتنا شاندار انجام اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں لڑاکو مارا گیا کاش وہ ظلم کرنے سے پہلے اس کا انجام بھی
سوچ لیتا -

تاریخ عمل کا خانی موملار بادشاہ تخت طاؤس کو زینت بنھنے والا گدی سے اتار دیا گیا قید خانے میں

چھ سال بڑا رہا۔۔۔ بڑے بیٹے کو ذلت آمیز موت سے بچانے کا۔۔۔ پانی کا برتن ٹوٹ جانے پر پانی کو ترستا رہا اودان ہندوؤں کی تعریف کرتا رہا جو مردوں تک کو پانی دیتے ہیں۔۔۔ ایک سیٹی خدمت کو حاضر رہی۔۔۔ بیٹے کے حکم سے وہ کھڑکی بھی بند کرادی گئی جس میں سے تاج محل پر نگاہ ڈال لیا کرتا تھا۔ شاہجہاں کی یہ بے بسی یہ بے کسی دس سببت دے رہی ہے۔۔۔ ۶۔ نظر اچھی ہے کرے شینہاں کھا چراوند۔ شاہاں بھیک منگاؤ نڈا۔ بھاک منگیاں خیر نہ پاؤ نڈا۔

بیرہراگی کو ذلیل کیا گیا۔ اس کا جلوس نکالا گیا۔۔۔ اس کے ساتھیوں کے سر قلم کئے گئے۔ اسکی بوٹی بوٹی تاک گرم چٹے سے کاٹی گئی۔۔۔ فرخ سیر بکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا لیکن خود فرخ سیر کا حشر؟۔۔۔ سید بھائیوں کی سازش کا شکار ہوا جان بچانے کے لئے حرم کو بھاگا۔۔۔ محل کے اندر سے گھسیٹ کر لایا گیا۔۔۔ بازار میں قتل ہوا۔۔۔ لاش خدا جانے کہاں گئی۔۔۔ قدرت کے رنگ۔۔۔

بہادر شاہ۔۔۔ ظفر۔۔۔ فارخ۔۔۔ مغلیہ سلطنت کا آخری تاجدار۔۔۔ ہار گیا۔۔۔ قید ہوا۔۔۔ رنجون جلاوطن کیا گیا جہاں اس کے پر لوار کے کچھ حیرت انگیز دے۔۔۔ مرنے کے بعد ایک کچی قبر میں ایک تیری کے درخت کے نیچے دفنایا گیا۔۔۔ کہاں بابر جس نے بڑو شمشیر ہندوستان پر حکومت کی۔ اور کہاں غاندان تیوریہ کا آخری جراح۔۔۔ بے بسی اور بے کسی کی روز ناک تصویر۔۔۔

دنیا کی تاریخ ایسی ہزاروں دستاویزوں سے بھر پور ہے۔ راوننکس درویدھن جبراسندھ کن کن کا ذکر کریں۔۔۔ اے انسان تو نے ان سب کے آغاز اور انجام دیکھے۔۔۔ عروج بھی اور زوال بھی۔۔۔ کیا تو نے ان سے کچھ سبق حاصل کیا۔۔۔ نہیں۔۔۔ کیوں تو کی طرح انھیں بند کر کے سمجھتا ہے کہ نئی جلی گئی۔ موت کا نقادہ ہر گھڑی تیرے سر پر بج رہا ہے۔۔۔ نازان۔۔۔ دنیا کے سب مسافر ایک ایک کر کے دوسری دنیا کو جا رہے ہیں لہذا تو ابھی تک پاگلوں کے ہشت میں بیٹھا اس وہم و گمان میں مبتلا ہے کہ ترقی نام تو مستقل ہے۔ ۶۔

ثبات ایک ایفر کو بے زلزلے میں۔۔۔ دولت۔ اقتدار اور جوانی کے نشتر میں بھولنے والے۔۔۔ غریبوں۔ بے بسوں اور اپنے قابو میں آئے ہوئے خدا کے بندوں پر ناجائز ستم ڈھالنے والے انسان۔۔۔ ان بڑی بڑی ہستیوں کا انجام دیکھ اس سے سبق حاصل کر۔۔۔ وہ مذہب تو تو کتنے بارغ کی توی ہے۔ ہجو ماذیگرے نیست کی مثال سامنے رکھنے والے بشر اپنے اعمال نامہ پر نگاہ ڈال۔۔۔ ہرات کو سونے سے پہلے اپنی پڑتال آپ کر۔۔۔ کیا کھویا کیا پایا۔۔۔ بھی کھاتہ دیکھ۔۔۔ زندگی کے اس دور میں۔۔۔ کتنی نیکی کی کتنی بدی۔۔۔ نفع کنارہ نقصان کتنا۔۔۔

باد رکھ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔۔۔ جب تک شیشہ دن صاف نہ ہو اس میں کھگو ان گے درشن نہیں ہو سکتے۔۔۔ تیری ظاہر داری کی کتنی۔۔۔ پوچھا پاؤ۔۔۔ دان پڑ۔۔۔ اڈ میر۔۔۔ تیرے گناہوں پر پردہ ڈال سکتے ہیں لیکن تجھے انکی سزا سے بچا نہیں سکتے۔۔۔ قدرت کی چکی آہستہ چلتی ہے۔ اور میں کر رکھ دیتی ہے۔۔۔ کرنی کا چن اتاروں تاک کو جھوٹا پڑا تو ان سے کیسے بچ سکتا ہے؟۔۔۔

نیکی کا بدلہ نیکی اور جبرائی کا بدلہ جبرائی۔۔۔ ہر کہ خدمت کردہ او مخدوم شد خلق خدا کی صد قدلی سے لشکر کام نس سوار تھ سیوا سے ٹرھ کر اور کوئی سیوا نہیں اور بھگو ان تاک پوچھنے کیلئے ہی سب سے اوقم مارگ ہے۔ تو محلوں میں 36 پرکار کے بھوجن کر کے گدیوں پر لیٹے۔۔۔ بوڑھوں پر سیر کرے۔۔۔ تیرے گتے تک بسکٹ کھائیں اور تیرا غریب پڑوسی بھوک سے بلاتا رہا سیوا۔۔۔ سردی میں کھڑے کر۔۔۔ ہزاروں کھوکریں کھا کر۔۔۔ ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرے اور تو نشہ دولت میں سرشار شہرت کا جھوکا بھگتی کا ڈھونگ رہا تاجھ کرے۔۔۔

مکار فرشتے۔۔۔ کھگو ان کو کھلتا ہے۔۔۔؟ نیچے معام ہے؟

ع۔ دل بدست اور کہ حج اکبر است۔ از ہزار کعبہ یک دل بہتر است۔۔۔ اپنی بھاتی پر ہاتھ رکھ کر سچ بتا لیا کھتی تے؟

ع۔ دُعائیں میں غریبوں کی۔۔۔ کیا دل کھٹنڈا درد مندوں کا۔۔۔؟ نہیں؟ تو پھر کیا تو سمجھتا ہے کہ کھج پر تیرے

مرنے کے بعد ہشت کے دروازے کھل جائیں گے۔ اور فرشتے تیرے استقبال کو دوڑے آئیں گے۔۔۔ سراسر غلط۔۔۔ خوش میں

آ۔۔۔ وقت کی پکاریں۔۔۔ دان پڑ بھگتی۔ کیرتن ہون کیجیہ تب سب صحیح اور بجا لیکن اگر ان کے ساتھ ساتھ تیرے دل میں

غریبوں پر ظلموں۔۔۔ ایلاؤں انا بھتوں۔۔۔ بوڑھوں۔۔۔ اپا بھوں۔۔۔ ضرورت مندوں کے لئے پریم اور پیار کے جذبات

جاگ اٹھیں اور تو انکی حتی الامکان سچے دل سے سیوا کر کے ان کے دکھ درد کو ذرا بھی گھٹا کر ان کے دلوں سے دُعا میں لے سکے تو پھر سونے پر سہاگ ہو جائے۔۔۔ اُمیر سے دوست۔۔۔ تو بھی اس راستہ پر چل اور میرے لئے بھی دعا کر کہ جس بات کی دوسروں کو تلقین کرتا ہوں، خود بھی اس پر عمل کر سکوں کیونکہ کہنا اُن کے کرنا مشکل ہے۔۔۔ میں اُنم کہ من جو اُنم۔۔۔ اپنے گناہوں کو میں ہی زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔۔۔ کبھی کبھی کام کر دو۔۔۔ نوکھ موہ اور اپنا کار کے قبیلوں آکر میں بھی ایسی حاکمیت کر بیٹھا ہوں جن پر میرا غیر مجھ پر ہزار ہزار لعنت اُبھرتا ہے۔۔۔ بھگوان مجھے اور آپ سبکو ستیر مارک پر چلنے کی شکتی دیں۔۔۔

— پچھو —

آزادی ہند

از شری روشن

پنڈیا لوی بی اے

خواہشات بموقع جشن سعید - آزادی ہند

تموؤ جو شیش زوقِ عمل کی ہو بخیرید
اصولِ خیر گالی کی سب کریں تائید
خمارِ بادۂ غفلت ہے بے حسِ کائنات
بسر ہو خدمتِ قومی میں زندگی سب کی
کنارا کر کے شادرت پسند لوگوں سے
بروؤں کے سایہ بد تاک سے ہم کریں پرہیز
رہیں ہمیشہ بھلائی ہی کی طرف راغب
غلامِ قوم کی ہوا گ سب کے سینے میں
ہیں پسند نہ آئیں کبھی بُری باتیں
نہ آئے دلیں بُرا کوئی بھی خیال کبھی
ہو پڑھ کے جسکو ہر اک شخص بے خود و سرمست
مرا دیں دل کی ملیں گی تو راستبازی سے
ہر ایک قوم کے اقرا دیں ہو باہم ربط

جموودِ طبع کی ہو جائے کاش مٹی پلید
خیالِ نفرت و شر کی ہے خود بخود تردید
ہے زندگی کی اُفق انقلاب کی تہید
مفادِ قوم کی خاطر ہوں اہل قوم شہید
بنائیں دُنیا نئی ایک اور قابل دید
جو نیک شخص ہیں بن جائیں کاش اُنکے مرید
کریں نہ کام کوئی جو ہو راستی سے بعید
ہے سوزِ دل سے عرقِ زندگی کا خوب کشید
ہمیشہ نیک اصولوں کی ہم کریں تقلید
خیالِ خدمتِ علم و ادب سے ہونے نقد
کتابِ دل کی لکھیں ایسی پُر اثر تہید
ہے کامیابی کی دُنیاں اک یہی تو کلید
پیامِ باہمی الفت کا دے یہ روزِ سعید

چراغِ عیش و مسرتِ وطن میں روشن ہو
ہر ایک ہندی خوشی سے منگے جشنِ سعید

قسط سوئم

چار آریہ ستی

از پروفیسر نرمل چندری

(3) زندگی کی تیسری عظیم سیاحت یہ ہے کہ خود غرضانہ تمناؤں کو چھوڑنے سے، دکھ، غم، درد، زکھ سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ تمام خود غرضانہ خواہشات کا خاتمہ ہونے پر لازمی طور سے دکھوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہر ایک خود غرضانہ خواہش کسی نہ کسی حاجت سے اُٹھتی ہے۔ اور جب تک حاجت پوری نہ ہو، دکھ ہوتا ہے۔ اور اگر وہ پوری ہو جائے، تو بھی یہ حالت دیر پا نہیں ہوتی۔ حاجت روانی کی تسلی ہی نئی حاجات اور اس لئے نئے غموں کو پیدا کرتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت میں کبھی نہ پوری ہونے والی ہزار ہا خواہشات پائی جاتی ہیں۔ اس ترشنا (پیمائش) کو چھوڑے بغیر غم کا خاتمہ کیسے ہو سکتا ہے؟ خود غرضانہ خواہشات کا پورا ہونا ان خواہشات کا خاتمہ کرنے کی بجائے انہیں اگ پر تیل کا کام کرتا ہے۔ دسنا پورتی یا بٹشے بھوک سے کبھی تروتی نہیں ہو سکتی۔

پیمائش تین طرح کے لوگ ہیں۔ (۱) زمانہ، خود و سروس کے تجربوں سے ہی سبق سیکھ لیتے ہیں۔ اور دکھ کو اپنے پاس آنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ (۲) نیم زمانہ۔ جو اپنے تجربے سے سبق لے کر آئندہ کے لئے دکھ سے بچ جاتے ہیں۔ (3) مورکھ۔ جو اپنے تجربے سے بھی نہیں سیکھتے۔ اور اپنے دکھ کو لگاتار بڑھاتے چلے جاتے ہیں، اس قسم کے لوگ کبھی زندہ نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر نامہ بدھ نے نجات بعد از صحت کا وعدہ کرنے کی بجائے موت سے پہلے ہی اب اور یہاں نجات کا صاف اور سیدھا راستہ دکھلایا ہے۔ اور نہ ہی جہاں تا جی نے کسی کو نجات دینے یا دوائے کا وعدہ کیا ہے۔ ان کی تعلیم تو خود اعتمادی، خود کوشی اور خود ضبطی اور خود اگنی کی ہے۔ وہ اپنے آپ تیرنے کا سبق دیتے ہیں۔ کسی سے ستسا ساگر سے پار کرنے کا وعدہ نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنی مستند تصنیف "دھرم پد" میں یہ تعلیم دی ہے۔

ہم جو کچھ بھی ہیں وہ پچھلے خیالات کا نتیجہ ہے۔ یہ ہمارے خیالات پر مبنی، ان سے ہی بنا ہے۔ انسان خود ہی بُرائی کرتا ہے اور خود ہی دکھی ہوتا ہے۔ خود ہی بدی کو ترک کرتا اور خود ہی پاکیزہ ہوتا ہے۔ پاکیزگی اور ناپاکیزگی کا تعلق اپنے آپ سے کوئی دوسرا کسی کو پاکیزہ نہیں بنا سکتا۔

"تمہیں خود ہی اپنے لئے کوشش کرنا ہوگی۔ بدھ لوگ تو صرف اپدیش کرنے والے ہی ہیں۔ وہی مفکر لوگ جو اس مارگ پر خود چلتے ہیں۔ پاپ کے نذران سے مکت ہو جاتے ہیں۔

جو شخص خود بخود نہیں اُٹھتا۔ جبکہ اُٹھنے کا وقت ہے۔ جو جوان اور مضبوط ہوتا ہو ابھی سست ہے جس کی ارادت اور خیالات کمزور ہیں۔ وہ کاہل اور سست آدمی کبھی روشن ضمیری نہ حاصل کر پائے گا۔ "سوت جنت ہی راہ بقا ہے۔ کاہلی موت کی طرف لے جاتی ہے سست لوگ جیتے جی ہی مردہ ہیں۔ "اے اُمتد۔ اپنے لئے آپ ہی لمس ہو جاؤ۔ اپنے ہی پناہ گیر بنو۔ دھرم کو چراغ کی مانند مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ دھرم کو ہی اپنی پناہ گاہ یقین کرو۔ اور اپنے سوا کسی اور کی پناہ مت لو۔" جہاں تا بدھ نے کبھی پناہ گیری، دُعا، مناجات، خوشامد، حمد سرائی کی تعلیم نہیں دی۔ ان کے مطابق انسان کو اپنا کرم ہی ڈھونڈنا اور یاد کرنا ہے۔ اور کرم کا پھل دینے یا بخشنے والا کوئی اور نہیں ہے۔ کرم خود ہی اپنی صفت اور نوعیت کے

مطابق پھل لاتا ہے اٹل روپ سے۔ اور اس میں سفارش یا شفاعت کو مطلقاً حق نہیں ہے۔

(۶) زندگی کی چوتھی حقیقت شریفہ۔ بہشت کا زائید اشٹانگ مارگ ہے جس پر چل کر انسان خود غرضانہ خواہشات سے نجات پا کر دکھ سے پوری اجابت حاصل کر سکتا ہے جس نے دھرم کی گدائی کو پالیا ہے۔ وہ راہ راست پر چل کر یقیناً نجات پائے گا۔

ابن اجارہ ٹری سہائیوں کو بدھ دھرم کے بنیادی اصول کہا جا سکتا ہے مگر انہیں مسائل کے طور پر پیش نہیں کیا گیا۔ کہ انہیں بلا تحقیق قبول کیا جائے مسئلہ پرستی جو تحقیقات کرنے سے روکتی ہے۔ زندگی کی تکمیل کا ذریعہ ہونے کی بجائے جگجگاسو کو اپنے فرض کی پابندی اور صحیح راستہ پر چلنے میں مانع ہوئی۔

جہاں تا بدھ نے کبھی نہیں کہا۔ کہ تحقیق نہ کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا تو سالک کو ایسے مقام پر لے جائے گا۔ جہاں نہ سوچ جائے اور نہ آسمان ایک ایسے گڑھے کی طرف جس میں انتہائی ٹھنڈک۔ ویرانی۔ بخریہ اور ابدی تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دوسرے پہلو پر پہلے ہی کہہ دیا گیا ہے کہ وہ تعلیم بدھ کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ جو عقل کے مطابق نہیں ہے۔ اور جس کا امتحان کھوج کی تشک و شبہ میں نہیں کہا جا سکتا۔ دھرم اور مذہبی اسناد لکھے نہیں رہ سکتے۔ بدھ دھرم سکھاتا ہے کہ ہر فرد بشر اپنا ایک معیار اور نجات دہندہ ہے۔ یہ ایک بھوکا خیال ہے کہ انسانی عقل و فہم سے باہر مذہبی سند بھی کوئی روحانی بات روایت رکھ سکتی ہے۔ بدھ دھرم کا مقصد روشن ضمیر ہے۔ جو انسان کو اپنا ذیباک اور بینم آپ ہونا سکھاتی ہے۔

(نوٹ) اس سے اگلی قسط میں جہاں تا بدھ کے بتلائے ہوئے اشٹانگ مارگ کا وزن کیا جائے گا۔

سیدارشن

(مصنفہ پروفیسر نرمل چندر جی)

اگر اس کتاب کو جملہ اُپنشدوں کا پتھر کہا جاوے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ روحانیت پر ایسی کتاب لکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اُپنشدوں کے گہرے سے گہرے لاؤں کو افشا کرنے کے ہنریت، شعرا اور غیر معمولی کام کو خوبی اور صراحت سے انجام دینا پروفیسر جیسے اہل دل اور عالم و باطل جہاں پرش کا حقد ہے یہ روحانیت کا انمول تحفہ، اعلیٰ ترین حقیقتوں اور سچائیوں کی روشنی میں صحیح طور پر چھینا سکھانا ہے۔ بلند خیالات کو دل و جان سے قربان ہونے والوں کیلئے اس کتاب کا ایک ایک فقرہ احرار کا گھڑ ہے۔ اس کتاب کو فوراً خرید کر جس قدر قریح و ذی سے اس کا مطالعہ کریں گے اتنے ہی ہنرے روحانی خزانے بھر لوں گے کتاب مجلد ہے قیمت روپائی دو روپے ہے۔

بھڑی اور ڈاک خرچ 85 پیسہ نامہ ارسال کریں۔

ملنے کا پتہ :- دفتر رسالہ اوم اندرون بازار انجیری گیٹ دہلی ۶

سیتا کی کاپتی ورت مہم پالن

(ٹھاکر لال سنگھ جی)

ناٹھ سنگ جلتے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران
 مہاراج مان لو کہتا جی، نہیں اودھ پوری میں پہنچا
 ڈکھ سکھ سب سنگ میں پہنچا جی جہاں رہیں تپتی بھگوان
 ناٹھ سنگ جلتے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران
 پھل توڑ توڑ کے لاؤں جی سیوایں کھنٹ چڑیاؤں جی
 جو بچے سو پیچھے کھاؤں جی، میں سنا چاکروں بیان
 ناٹھ سنگ جلتے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران
 جنگل میں جھکو منگل ہے پناہی شہر بھی جنگل ہے
 جہاں تپتی وہاں پردنگل ہے پناہی سوگ منسان
 ناٹھ سنگ جلتے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران
 ایک لعل سنگ یوں گاتے ہیں ہر چروں میں سرتاتے ہیں
 پر پتی کے ناطے آتے ہیں یہ جانے سکل جہان
 ناٹھ سنگ جلتے سیا، نہیں جائیں سیا کے پران

نوٹ :- یہ بھی ٹھاکر لعل سنگھ جی ضلع مظفر نگر (اُتر پردیش) والوں کا ہے۔ آپ ایک امیر راجپوت گھرانے
 کے پتر تھے۔ ضلع انبالہ اور جالندھر کے علاقہ میں آپ بہت عرصہ تاکس نواس کرتے رہے۔ پولیٹیکل ورکر بھی تھے
 اور جنگ آزادی کے اندون میں نمایاں حصہ لینے کے کارن جیل یا ترقی کی۔ آپ ایک اعلیٰ پایہ کے معالج اور
 برسدھ گائیتھ جارج اور کوئی بھی تھے۔ آخری ایام میں جالندھر شہر میں ریلوے لائن کے ساتھ اڈا ہوشیار پور ریلوے
 پھاٹک کے متصل پوگی راج انترم میں نواس کرتے رہے۔ جالندھر میں آپ شری رتناسوامی کے نام سے
 برسدھ ہیں۔ اور آپنی سادھی بھی اسی انترم کے احاطہ میں بنی ہوئی ہے۔ سو فی جی سے راقم کو اکاڈہ پریم تھا۔
 (ناٹھ سنگ جی)

تلسی رامائن مکمل باتصویر مجلہ اردو سلیس زبان میں

سنت شروتمی بھگوان رام کے انید بھگت جن کو ہنومان جی کی طفیل اس کجاک میں بھگوان رام کے پرتکھش درشن ہوئے تھے۔
 انہوں نے بھگوان کے چتر کو غصہ کی ہندی شاعری میں قلمبند کر کے ایشور بھگتوں کے لیے ایک ایسا ادبیت گرنتھ تیار
 کر کے رکھ دیا۔ کہ جب تاک رستناز قائم رہیگا۔ بھگت لوگ سنت تلسی دس کے اس انوکھ ایکار کو یاد کرتے رہیں گے۔ ایسا گرنتھ
 ہے جس میں ایک ایسے مہاریش کی جوئی اور درشن پیش کیا گیا ہے۔ جو کہ ہندو جاتی یا بھارت ورش کا رہنما ہی نہ تھا بلکہ رام
 روپ میں ساکھشات بھگوان وشنو (ایشور) تھے بھگوان نے انسانی جامہ پہن کر بھارت نواسیوں کو دھرم کی مریدانہ

کا نمونہ پیش کیا۔ اگر انسان اس رمان کا رذائے باطلہ کرے تو اس پر بھگوان کی خاص کر پابا اور لوگرہ یقینی ہے۔ بھگوان اس پر پرس ہو کر اس کو بھگتی دان دینگے۔ اور منش جنم سنجھل ہوگا۔ تنسی رمان کے ہندی شلوکوں کو اردو میں لکھ کر نیچے نہایت سہل زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ خوبصورت جلد میں ملبوس اور شاندار تصاویر سے مزین۔ قیمت ساڑھے دس روپے 50-50 Rs ڈاک فرپ 3/ روپہ علاوہ

ملنے کا پتہ۔ دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی 6

رام بن باس

شری ستیہ پرکاش جہتا پسروری مصنف "بقیہ نور" و "مزمع گیتا ہندوستانی نظمیں ہیں۔"
(بغیر فارسی عطف و اضافت کے)

پتہ جب لگا رام بن باس کا : ہوا ہر طرف ایک ماتم پیا
تھا ہر شخص نہ روکے یہ کہہ رہا : کہ ہونا تھا کیا؟ اور کیا ہو گیا

ستم پرستم غم پر غم ہیں دیئے
ہیں بن رمن کے بدلے فلک نے لئے

جو نبی باپ سے رام رخصت ہوا : اجازت کو بھر باس ماں کے گیا
تھا ہر بالا رہ کے یہ سوچتا : اگر ماں نے دیکھا مجھے غمزدہ

اُسے غم پر غم ہوں گے پھر بے شمار
کہیں غم کسے دیدے نہ جاں سوگوار

یہ دیکھا کہ ماں غم میں ڈوبی ہوئی : مقدّر کو رہ کے تھی کوستی
وہ بھر بھر کے آئیں تھی یہ کہہ رہی : یہ اندھی ہے بھگوان دنیا تیری

یہ ہونا تھا کیا اور کیا ہو گیا
مقدّر ہمارا کہاں سو گیا

بڑے پیار سے ماں یہ ڈالی نظر : وہ تصویر تھی یاس کی سر بسر
کہا لاتم نے غم ہی کیوں اس قدر : ہیں کیوں آپ خود سے بھی یوں بے خبر

غم اور رنج سے کیوں پریشان ہیں آپ؟
سبک کیا ہے؟ کیوں اتنے جرات ہیں آپ؟

پریشاں نظر بال بھرتے ہوئے نمایاں ہیں رنج اور غم کس لئے؟
 نہیں وقت رونے کا یہ دیکھئے مقدر کو ہیں آپ کیوں کو سنتے

زمانے کا چکر چلے گا غرور نہیں کیکنسی کا ذرا بھی قصور
 نہ مانا کہیں میں نے گریباں کا بُرا سب کہیں گے مجھے بر ملا
 مرے مُنہ پہ کھوکے کا پھوٹا بڑا کہے گی یہ دُنیا مجھے بے جیا

خوشی اور غم ہیں جو سنسار کے بشر کو یہ پڑتے ہیں سب بھوگئے
 سُنی ماں نے بیٹے کی جب داستان بڑھے غم پہ غم اور مایوسیاں
 تر پنے لگی غم سے پھر ناتواں نہ روکے سے اس کے رُکی پھر زباں

الم کا پہاڑ ایک دم یوں پھٹا نہ روتے سے پھر غم کا دریا رُکا
 کر دک کر یہ ماں نے اُسے پھر کہا سبق یہ مجھے تو پڑھاتا ہے کیا؟
 مجھے کیا خبر! کیا ہے شے مانتا؟ مجھے آج اپنوں نے دی ہے دُعا

میں روئی نہیں تخت اور تاج کو لگے آگ لگتی ہے گر راج کو
 بنے کیوں یہ دشمن تری جان کے؟ ہیں جنگ میں کیوں یہ تجھے بھجئے؟
 ہیں اپنوں نے مل کر ستم یہ کئے مرے دل میں غم کے جلائے دیئے

تجھے بھیدوں بن کی جانب پس
 نہ ہو گا تری ماں سے یہ بھول کر تجھے بن کے ناگن ہے وہ دس رہی

تری جاں کی دشمن بنی کیسی نہیں بات سنتی کسی کی کوئی
 جواں کو تیری مٹاتی ہے وہ ہے بن باس پر تیرے بیٹا ارٹی

تیرا دماغ تجھ کو دکھاتی ہے وہ لیس اب ضبط کی انتہا ہو چکی
 لیس اب ضبط کی انتہا ہو چکی تجھ پر ہری زندگی
 تجھا رہے تجھ پر ہری زندگی لگے آگ دُنیا میں اُس رنج کو

جہاں ظلم ہو اور نہ انصاف ہو یہ بھوکے ہیں سب تخت اور تاج کے
 یہ دھرم اور عزت کو ہیں کھو چکے نشے میں ہیں دولت کے سب کھو گئے
 ڈیو کر یہ بسیڑا رٹو وٹش کا

رہیں گے یہ سنسار میں کیا سدا
 گرے آسماں اربہ کہ دھرتی پھٹے
 اذھر کا یہ سورج اذھر سے جڑے
 کوئی کل کا مرتا ابھی جہل مرے
 چڑھا دیں یہ سولی پہ مل کر بیٹھے
 اجازت نہ دوں گی تجھے میں کبھی
 میں کھودونگی رورو کے یہ زندگی
 اسی دن کی خاطر بٹھا بالا بٹھے
 تڑپا ہے مٹانے پہ گریوں بٹھے
 بڑھاپے میں دیگا مجھے دکھ نئے
 مرا پہلے شجر سے سر کاٹا دے
 رہوں گی نہ تجھ بن اکیلی یہاں
 تڑپ اور سساک کریں دیدہ کی جاں
 ستم پر ستم یہ جفا پر جفا
 کہیں میرے بھگوان تو سو گیا
 یہی تیرا انصاف ہے کیا بتا
 ہوا بول بالا گنہگار کا
 سنے گا نہ فریاد کب تک مری
 دوہائی ہے بھگون تیرے نام کی!
 اگر چھوڑ کر بھگون چل دیا
 پھر آ کر نہ زندہ مجھے پائے گا
 تجھے میری یاد آئے گی مامتا
 نہ ہمدرد ہوگا کوئی جب تیرا
 بڑھا غم غم اور اٹھنے والوں کے
 نہ روکے شے بھی اس کے آنسو کے
 اذھر جوش اک مامتا کا اٹھا
 قدم ماں کا بیٹے کی جانب بڑھا
 لبیا اس نے بیٹے کو دل سے لگا
 تھا دل دوز عالم عجب یاس کا
 اُمتڈائے آنسو سسکنے لگی
 نہ باں سے بیٹے کو کچھ کہہ سکی
 یہ جب سن چکے تو کہا ماتم نے
 ہیں بیکار غم سر بسر اے کے
 تقاضا ہے کیا؟ وقت کا سوچتے
 نہ حرف آئے کچھ نام پر باپ کے
 کبھی ہیں بہاریں شہی سے خزاں
 یہی ہیں رمانے کی نیرنگیاں
 یہ دیکھا کہ ماں کھوجی ہے قسار
 غم اور رنج سے زندگانی ہے بار
 کہہ رنگ دینا کے ہیں بے شمار
 کبھی ہے خزاں تو کبھی ہے بہار
 خوشی اور غم ہیں جو سنسار کے
 ہیں انساں کی قسمت میں دونوں کے
 کوئی بھید مالک کے سبھا نہیں
 خوشی ہے جہاں ہوگا ماتم وہیں
 کہیں کوئی خوش ہے کوئی ہے عزیز
 کہ چکر بدلتی ہے کیا کیا آزیں

ہے کچھ مصلحت اس میں میری ضرور
 نہیں اس میں کچھ کیسکی کا تصور
 ہیں دنیا کے غم اور خوشی عارضی
 ہے اس میں بھی مالک کی کچھ بہتری
 ہے چکر نئے سے نیا ہر گھڑی
 بنایا مجھے شہ سے شہابی
 ہے ایسا بھی آتا کبھی انقلاب
 نہیں ہے تباہی کا جس کی جواب
 تجھے ہر گھڑی ہے یہ غم کھارہ
 نہ جھوٹا ہو وعدہ کہیں باب کا
 بھلا سال چودہ کا عرصہ ہے کیا
 ادھر آنکھ بھپکی ادھر طے ہوا
 بشر کو ہے لازم یہی دم بدم
 رخصت پر رہے اسکی وہ سر بدم
 کہانی جو بیٹے کی ماں نے سنی
 تو پھر راہ گئی وہ کھڑی کی کھڑی
 ہر اک بات کو دیں بھتی سوچتی
 مگر کچھ زباں سے نہ وہ کہہ سکی
 غرض اُس نے بیٹے کا مانا کیا
 لیا سر کو چپکے سے اُس نے جھکا

ہند کی آزادی کی پہلی تحریک 1857ء

شری ہری چند خوشدل ایم۔ اے۔ اریہ ہائر سکندری سکول لدھیانہ

۱۸۵۷ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا جنم ہوا لوکمانہ تلک نے سوراج ہمارا پیدا کنی جی ہے کا نعرہ لگا کر
 ہندوستانوں کو جگایا۔ پھر گاندھی جی آئے۔ ۱۹۱۹ء۔ ۱۹۳۰ء۔ ۱۹۴۲ء میں تحریک آزادی نے مختلف روپ
 دھرے۔ آخر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند ہوئی۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ اور ۱۵ اگست
 ۱۹۴۷ء کو رات کے بارہ بجے ہندوستان آزاد ہوا۔ لال قلعہ پر ترنگا لہرایا۔ شہیدان وطن اور دلش بھگتوں کی قربانیوں
 تپ اور تیاگ کی بدولت ہندوستان انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا۔

اس میں کلام نہیں کہ ہندوستان کی آزادی میں بھگت شگہ۔ بی۔ کے۔ دت۔ رام پرشاد بسمل۔ خودی رام پو
 چندر شکر آزاد۔ گاندھی سبھاش۔ جواہر لال نہرو۔ اور ان جیسے ہزاروں مشہور اور گمنام وطن پرستوں کا بہت بڑا
 حصہ ہے۔ مگر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے بھی بہت سے دلش بھگتوں نے اپنے اپنے طریقوں سے دیش کو
 انگریز کے پنجے سے بھڑانے کی کوشش کی تھی ان کا تذکرہ ہم گزشتہ سال ۱۵ اگست کے بیچ اور میناپ کی اشاعتوں
 میں کر چکے ہیں۔ اس لئے انہیں دہرانے کی ضرورت نہ سمجھ کر آج ہم ۱۸۵۷ء میں ہند کی آزادی کی پہلی تحریک کا
 مختصر بیان کرتے ہیں۔

اس پہلی تحریک آزادی میں سب سے بڑا کردار مغلیہ سلطنت کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا ہے۔ وہ شاہ عالم ثانی کا پوتا تھا اور شاہ عالم کے دوسرے بیٹے اکر ثانی کا بیٹا تھا۔ انگریزوں نے شاہ عالم کے دائرہ اختیارات اور حکومت کو محدود کر دیا تھا، حکومت شاہ عالم از دہلی تا یاکم، ایک مشہور حوالہ بن چکا ہے۔ انگریز کمپنی نے شاہ عالم کو دہلی سے ہٹا کر منگیر بدناجا یا تو شاہ عالم نے غصہ میں بھر کر فرمایا کہ "مجھ میں زندہ رہنے کی قوت موجود ہے۔ زندہ آدمی کو کوئی شخص اپنی پسند کی قبر میں دفن نہیں کر سکتا۔" اس کے بعد انگریز کو شاہ عالم سے کہنے کا کچھ حوصلہ نہ ہوا۔

بہادر شاہ کا جنم ۱۷۶۵ء میں منگل کے روز لال بائی کے بطن سے ہوا۔ ۳۱ ستمبر ۱۸۳۷ء کو گدی نشین ہوئے۔ ریزیڈنٹ نے نذر پیش کی۔ بعد میں اسی بادشاہ کی قدر گھٹانے اور اُس سے ذلیل کرنے کی کئی سازشیں کی گئیں۔ لاڈا ابھرو نے نذرانے بند کر دیئے۔ اور بہادر شاہ کی اس درخواست کے بارے میں کس کی پیشن بڑھادی جاوے یہ شرط رکھی کہ بادشاہ اگر اپنے اُن تمام دعویوں سے جو اُس نے ایسٹ انڈیا کمپنی پر کر رکھے ہیں دستبردار ہو جائے تو اس کی درخواست پر غور کیا جاسکتا ہے اس پر بہادر شاہ کی رگ جھیت بھڑکی۔ فرمایا "اگر میں باپ کا بیٹوں تو وہی کرونگا جو میرے باپ دادا نے کیا تھا۔ کمپنی کی کسی شرط کو بھی قبول نہ کرونگا۔" انگریزوں کا خیال تھا کہ اگر بہادر شاہ کو ترغیب دیجائے تو وہ لال قلعہ خانی کر دیگا۔ مگر بادشاہ اس کے لئے تیار نہ تھا۔ غضب خدا کا۔ بادشاہ کا اختیار قلعہ تنگ محمود۔ اس کی نذر نذرانے بند۔ اُس کے نام کا سکہ بند۔ فدوی خاص، کا لکھنا بند۔ یہاں تک کہ بہادر شاہ کو منع کر دیا گیا کہ وہ ریزیڈنٹ کو فرزند ارجمند کے لقب سے خطاب نہ کرے مبادی میں کہا جاتا تھا خلقت خدا کی۔ ملک بادشاہ کا حکم کمپنی سرکار کا۔ انگریزوں کی سواری نکلے تو امراء ایک طرف ہو جایا کریں اپنے ہی گھر میں مغلیہ سلطنت کے بادشاہ کی اس قدر توہین ہندوستانی دیکھ کر جل رہے تھے۔ انگریزوں سے نجات پانے کی راہ ڈھونڈ رہے تھے۔

بہادر شاہ پر بغاوت کے مقدمہ میں سرکاری وکیل نے کہا: ہنگامہ میرٹھی بغاوت نہ لھتی یہ آگ تو دیر در ورنک پھیلی ہوئی تھی۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھی بغاوت ہوئی۔ مجاہدین کی فوجیں دہلی کو بڑھیں۔ دہلی کے تمام گیسٹوں پر کڑا انگریزی پروزہ تھا۔ پھر بھی راجگھاٹ کا گیسٹ کھل گیا۔ باغی دہلی کے اندر داخل ہوئے۔ ڈگلس۔ مشکاف۔ بچیس۔ فریزر۔ جینکسن وغیرہ بڑے انگریز افسروں کو تہ تیغ کیا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ ظفر کی بادشاہت کا اعلان ہوا۔ ۱۲ مئی کو بہادر شاہ نے اعلان کیا فوج میں بھرتی ہونے والے ہر سوار کو ۳۰ روپے ماہوار۔ ہر سپاہی کو ۱۲ روپے ماہوار ملے گا۔ انگریزوں اور دیش ٹھیکوں میں چھڑ گئی۔ کرنل لارنس کے ایک انگریز ملازم نے مسلمان قریادی کا بھیس بنا کر بہادر شاہ کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن گرفتار ہو کر موت کی سزا پائی۔

یکم اگست ۱۸۵۷ء کو بقر عید تھی۔ ہندو مسلمانوں نے فوج کی دُعا مانگی۔ بہادر شاہ نے کہا: "آج دن عید قربان کا جیسی باتیں کہے ہم۔ اے ظفر تہ تیغ گرد دشمن بہار قتل ہو۔" مسلمان مولویوں نے جہاد کے نعرے لگائے۔ فتوے دیئے اور منڈت لوگوں نے پترے کھول کر شہر چورت نکالے۔ بادشاہ نے دوبار جہاد نامہ ظفر نمبر ۲۰ کے نام سے نکل بھرتے رؤساء۔ امراء۔ جاگیردار۔ تاجران۔ سپاہیوں۔ غرضیکہ ہر با اثر شخص سے اپیل کی کہ وہ آزادی کی اس لڑائی میں تن من و دھن قربان کر دے۔

۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزی فوج نے دہلی پر بائج طرف سے حملہ کر دیا۔ ہندوستانی سپاہیوں میں کچھ غدار انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ جس کا نتیجہ تھا کہ مجاہدین کے جرنیل کالے خاں کو جو انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل تھا گوہ بارود کی جگہ ریت اور پتھر سے چٹوں کے پھیلے ملے لگے۔ گھر کی بھوٹ اور غداروں کی کڑوت نے انگریزوں کو غلاف وقوع بہت فائدہ پہنچایا۔

۱۹ ستمبر کو انگریزوں نے دہلی کے بہت سے حصے پر قبضہ کر لیا۔

جنرل ہڈسن نے انگریز سپاہیوں کو ساتھ لے کر بہاؤں کے مقبرہ کو گھیر لیا۔ وعدہ وعید کے بعد بادشاہ بالکی پر سوار ہوئے۔ ان کے ہمراہ جوان بخت۔ زینت محل۔ تاج محل۔ حکیم حسن اللہ خاں۔ قیصر شکوہ۔ فتح علی اور شاہی خاندان کے ۷۰ آدمی گرفتار ہوئے۔

ایک انگریز نے بہادر شاہ کی ران پر ہاتھ مارا۔ حبشی غلام بادشاہ کی توہین نہ سکا۔ اس نے انگریز کو زمین پر دے چکا۔ تو انگریزوں نے حبشی کو بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔ لال کنواں میں زینت محل سلیم کے محل میں ہی بادشاہ اور بیگم قید ہوئے۔ ۱۰/۵ روپے روزانہ خرچ کے ملنے لگے۔

غدر کے بعد باغیوں سے جی بھر کر بدلے لئے گئے۔ بے گناہوں کو پھانسیاں ہوئیں۔ نکلسن جیسے آدمیوں کی خواہش تھی کہ انگریزوں کے دشمنوں کو زندہ آگ میں بھونا جائے۔ ان کے جسموں پر سونے کی چربی ملی جائے۔ سونے کی کھال میں ہی دیا جائے۔ اس کی یہ سب خواہشیں پوری ہوئیں۔

۲۷ جنوری ۱۸۵۸ء سے ۹ مارچ ۱۸۵۸ء تک بہادر شاہ پر مقدمہ چلتا رہا۔ لال قلعہ کے باہر بہادر شاہ کو ملزم کی حیثیت میں گھنٹہ بھر برہنہ سر پیش ہونے کے لئے منتظر رہنا پڑا اور تب کہیں ہوا زانی "بہادر شاہ ملزم حاضر ہے" آہ دُعا ۶ پاؤں بھرتا آتے تھے جنکے سامنے جاتے ہوئے دیکھا انکی کھوپڑی کو ٹھوکریں کھاتے ہوئے۔

بہادر شاہ کمال شان بے اعتنائی سے حاضر ہوتے رہے۔ فیصلہ وہ ہوا جو ہونا تھا۔ کمپنی کا پیش خوار ہو کر بہادر شاہ نے کمپنی کے خلاف بغاوت کی۔ بادشاہیت کا دعویٰ کیا فوجوں کو انگریزوں کے قتل پر ابھارا اس لئے مجرم ہے۔ جاں بخشی کا چونکہ وعدہ ہو چکا ہے۔ اس لئے رنگون جلا وطن کیا جاتا ہے۔

600 گورہ سپاہیوں کے پہرہ میں مغلیہ خاندان کا آخری تاجدار دہلی سے کلکتہ لے جایا جاتا ہے۔ اُس کے ہمراہ گنتی کے کچھ وفادار ساتھی ہیں۔ زینت محل۔ تاج محل۔ خیرا بائی۔ جوان بخت۔ عباس۔ قیصر۔ لادشاہ باجلی زوجہ جوان بخت اُس کے ساس ملے۔ سالیاں۔ احمد بیگ اور باسط علی جا رہے ہیں۔ گہرے لیا س میں بادشاہ تینس میں سوار ہیں۔ 25 گورے صرف اُن کے پہرہ پر ہیں۔ راستے میں کسی سے اور بات چیت کرنے کی اجازت نہیں آہ بدلتا جو رنگ استعمال کیسے کیسے۔ اٹھ روپے روزگار سفر خرچ ملتا ہے۔

رنگون میں ایک بنگلہ کی اوپر کی منزل میں یہ بد نصیب قیدی اُنارکے بچے کی منزل پر انگریز پہرہ دار اور دوسرے میں گھڑے بندھے ہیں۔ ملاقات پر پابندی ہے۔ ایک گھڑی سی معمولی قسم کی چارپائی بادشاہ کو ملی ہوئی ہے۔ نہ پھیر کھٹ نہ مسہری۔ کچھ معمولی سے برتن بھی ہیں۔ ابتدا میں تو خرچ پورا کرنے کے لئے زینت محل کے زیورات نکلتے رہے بعد میں انگریزی سرکار نے 600/- روپے بہادر شاہ کو پیوہ کے لئے مخصوص رکھے۔ ایک انگریز کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ کہ بہادر شاہ کی بیٹھ پر زخم ہو گئے ہیں۔ اور اُن میں کیرے پڑ گئے ہیں۔ اس کے برعکس انگریزوں نے دعویٰ کیا ہے کہ بادشاہ کو ایک گاڑی اور اٹھ کپڑا سیر کرانے کو ملے ہوئے تھے۔ ایک کشادہ صحن میں وہ گھوم سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ان کا فائدہ نہیں اٹھایا۔ مکان کے کمرے کے ایک کونے میں پڑے رہے۔

موت کے وقت زینت محل۔ جوان بخت اور اس کی بیگم اور انکی ایک چھوٹی بچی اس کے پاس تھیں۔ معمولی سی تجہیز و تکفین کے اسی بنگلہ کے پاس ایک بیری کے درخت کے نیچے کچھ سی قبر بنا کر انہیں وہیں دفن دیا گیا۔ ایک بار انہوں نے خود کہا تھا ۶ شاہوں کے مقبرے سے الگ دفن کیجیو : ہم بے کسوں کو گور عزیمیاں پسند ہے۔

پس مرگ قبر یہ کوئی آئے کیوں کوئی فاتحہ بھی کہاں پڑھے۔

وہ جو ٹوٹی قبر کا ٹھکانا اُسے ٹھوکروں نے مٹا دیا۔

جلایا یار نے ایسا کہ ہم وطن سے ملے ۛ بطور شمع کے روتے اس آنجن سے جلے
نہ باغبان نے اجازت دی سیر کرنے کی ۛ خوشی سے آئے بھٹے رُتے اس آنجن سے جلے

نہ گھر ہے نہ در ہے نہ ایک ظفر ہے

فقط حال دہلی سنانے کے قابل

بہادر شاہ ظفر نے خدا جلے نے یہ شعر کہا اور کس موقع پر کہے بھٹے بلین مالک کی قدرت اُنکے اپنے ہی اشار
اُس کے حال زار کو جن خوبی سے بیان کرتے ہیں کوئی دوسرا اس انداز سے نہیں کر سکتا۔

یوم آزادی پر جہاں ہم دیش کے دُور سر دیش بھگتوں کو عقیدت پیش کر رہے ہیں ہمیں ہرگز یہ نہیں بھولنا
چاہئے۔ دیش کے آزاد کرانے میں ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں اُن تمام بہادروں اور قوم پرستوں کا بھی حصہ ہے۔
جنہوں نے مادر وطن کی غلامی کی زنجیریں کاٹنے کے لئے تن من دھن قربان کر دیا وہ ناکام نہیں رہے بلکہ انہوں نے
دیش میں آزادی کی جو شمع روشن کی اُنسی سے روشنی لے کر پی بعد میں کام کرتے والے محبان وطن اپنی منزلیں طے
کرتے ہوئے سرزمین ہند کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوئے۔ یاد رہے وہی قومیں زندہ
رہتی ہیں جو اپنے دیش کے شہیدوں اور محبان کی قربانیوں سے سبق سیکھ کر اپنے دیش کی بہتری کے لئے دل و جان
سے کام کرتی ہیں۔ سہ

پیام زندگی ہے شہیدوں کی داستان خوشدل

مردہ دلوں کے واسطے آب حیات ہے

غزل

از بیتاب علی پوری ادیب قاضل سونی پت

اک تبسم کو کبھی عیش کا سماں نہ کہو
کر سکے جس کو نہ الفا سے پیماں نہ کہو
اس کو بند نہ کہو اسکو مسلمان نہ کہو
خون جلتا ہے اسے حش جراغان نہ کہو!
ایسے انسان کو تم بھول کے انسان نہ کہو!
ایسے گھیس کو گلستاں کا نگہیاں نہ کہو!

چند بھولوں کو ملا کر کے گلستاں نہ کہو
بھول کر مجھے کبھی عہد کیا تھا تم نے
جس کو مست دے نہ مطلب ہو نہ کبیدہ سو غرض
محفل عیش میں مفلس کا اڑاتے ہیں مذاق
جس کے دل میں کسی انسان کی محبت ہی نہ ہو
جو ہر اک شاخ سے گل کو بھی جدا کر ڈالے

ہر گھڑی رنگ بدلتا ہو جو گر گٹ کی طرح
اس کو بیتاب کبھی عدا صاحب ایماں نہ کہو

(از قلم لوگناتھ دِل)

ہندی لوجوان سے خطاب

بڑھاپل بڑھاپل اے ہندی جواں

جوراء میں ہوں پتھر کچل دے اُنہیں
 بہادر ہے تو اُگے بڑھتا ہی جا
 سمت در کی چھاتی کو بھی چیر دے
 پہاڑوں کے اوپر تو چڑھتا ہی جا

تیرے پیچھے ہے دیش کا کارواں
 بڑھاپل بڑھاپل اے ہندی جواں

اٹھائے جو سراں کا سرکاٹ دے
 ہے طاقت تیری تیز تلوار میں
 دکھائے جو آنکھ اسکو اندھا بنا
 ہے طاقت تیرے تیز سونار میں

تیری پیچھے پر تھپکی دیتی ہے ماں
 بڑھاپل بڑھاپل اے ہندی جواں

شرارے برس جائیں آکاش سے
 عدو کے لئے بن تو ایسی گھٹا
 تیرے سایہ سے بھی لگیں کانپتے
 عدو کے لئے بن تو کالی گھٹا

تو کر اپنی منہٹی میں دشمن کی جاں
 بڑھاپل بڑھاپل اے ہندی جواں

ایک ہندی جوان کا عزیمتِ وقین

(حسرت رسالپوری)

برف کو اٹش ہنا سکتا ہوں اپنے سوز سے
نالہ قلب حزیں سے حشر لاسکتا ہوں میں
قصر استبداد پر بجلی گرا رہے مجھے
گیسوئے تقدیر ملت کو سنوارا جائے گا
زندگی کو زندگی کے ڈھپ پہ لایا جائے گا
وقیں باطل کی ساری سلب کر دیا جینگے
مسندیں کیر و رعونت کی مٹائی جائیں گی
کوئی ہوا انسان نہال شیطان کیلا جائے گا
فتنہ پردازوں کا قصہ پاک کر ڈالیں گے ہم
پھونک ڈالا جائے گا ہر قصہ مجد و جبر کا
کوئی بھی اکڑی ہوئی گردن نہ رہے پائے گی
بھڑیے پلتے ہیں اکثر آدمی کے بھیس میں
غیر کے کرکس بھی ہیں پرتول کر لے ہوئے
قوم کے ناموس پر سب کچھ لٹایا جائے گا
راستہ یوں عصف کرد و منزل مقصود کا
اس قصہ میں سانس لینے کا اسے موقع نہ دو
سانس لینے کا نہ موقع دو کسی بدکار کو

میرے سینے میں تڑپ سچی ہے پہلے روز سے
نغمہ ہائے درد سے طوفاں اٹھا سکتا ہوں میں
خفتہ بختوں کے مقدر کو جگانا ہے مجھے
جذبہ صادق جوانوں میں اُبھارا جائے گا
قوم کو عزت سے جینا بھر سکھایا جائے گا
بجلیاں مردہ رگوں میں بھر سے بھر دیا جینگے
دہجیاں ظلم و تشدد کی اڑائی جائیں گی
سرتکبر کا سر میدان کچلا جائے گا
پرودہ مکرو و ریا کو چاک کر ڈالیں گے ہم
ہو چکا لبریز میدان ہمارے جہنم کا
دشمنان قوم کو مہلت نہیں دی جائے گی
شعبیدہ بازوں کی حکمت چل رہی ہو پس میں
اپنے اس ماحول پر عنقریب ہن چھائے ہوئے
قوم کو ان آفتوں سے اب بچایا جائے گا
روند ڈالو پاؤں میں لاشہ ہر اک مزدور کا
دہ ذلیل عنقریب ترقی میں ہے سدراہ جو
اب پنپنے کی نہ جرات ہو کسی بدکار کو

تعریفی چٹیاں

محترم نندہ صاحب - منسکار - ماہ ستمبر کا شمارہ موصول ہو گیا ہے۔ جس کے لئے بندہ نہایت ہی مشکور ہے۔ کلی ٹیک کے اس زمانے میں جبکہ ہر طرف اکیان کا اندھیرا پھیل چکا ہے۔ کھلوان نے روحانیت کے پیچھے چلنے والوں کے لئے آپ کو مشعل راہ بنا کر روشن کر دیا ہے۔ آپ کی اس روشنی میں روحانیت کے پرستار اس منزل کی طرف نہایت اطمینان سے بڑھے جا رہے ہیں۔ جس منزل کو جاننے کے لئے مادہ پرست اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ کھلوان ایسی روشنی کو ہمارے درمیان رکھے تاکہ ہم اُس کی ذات میں سما جانے والے راستے سے نہ بھٹک جائیں۔ ہندو کا دوسرا مضمون سراب خیال جو کہ دراصل "راہ نجات" کے سلسلہ کی ہی ایک کڑی ہے زیر تکیمل ہے۔ جو بہت زیادہ سیر ہو گیا آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے گا۔ پر ماتما ہم سب کو سو متی بخشنے۔

خادم
وید پرکاش خٹرا۔ پریم نگر انبالہ

جناب ایڈیٹر صاحب - جے ہند ! کیا کارن ہے کہ آج بزم اوم سے شری شوخ غیر حاضر ہیں۔ اُن کی کوتاہی میں بے حد پسند کرتا ہوں، وہ اوم کے اوراق میں باعثِ زینت ہوئے ہیں۔ اوم کا ہر لفظ انسانی خدمت کی تلقین کرتا ہے۔ بے لوث انسان خدمت ہی اعلیٰ دھرم ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اوم موجودہ دور میں دلش بھگتی، الیشور بھگتی، اور منٹش پریم کی سب سے بڑی خدمت کر رہا ہے۔ اوم کے مطالعہ سے میرا دینی اور روحانی موادِ بدن بڑھتا ہے۔ آپکا شمع چنکا۔

امرتا بھٹ ڈیپ پانڈی پورہ

از جمنگر جناب نیچر صاحب -

سیوا میں نویدن یہ ہے کہ ایک خط پہلے ڈاک میں ڈال کر آیا تھا کہ رسالہ نہیں ملا۔ لیکن دوسری ڈاک میں رسالہ مل گیا۔ بڑی مہربانی ہوئی۔

رسالہ اوم روحانیت کا بلند ترین رسالہ ہے اس کی قیمتی تعریف کی جاتے کم ہے۔ اگر رسالہ ایک دو دن لیٹ ملتا تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز کھوئی گئی ہے۔ ہماری الیشور سے یہی پورا تھا ہے کہ یہ رسالہ دن دو دن چو گئی ترقی کرے۔

سون لال دلوانہ

پوجیہ ایڈیٹر "اوم" دہلی - سادہ منستے - یقین مانتے کہ جب سے میں رسالہ اوم کا مطالعہ کرنا شروع کیا ہے۔ میری ہمت سی خرابیوں کی اصلاح ہو رہی ہے جبکہ میں آپکا اندھ شکر گذار ہوں۔ "اوم" میں وہ سب کچھ موجود ہے جو کہ ایک دھارمک رسالہ میں ہونا چاہئے۔ میں اکثر بہت دھارمک رسالہ جات کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، مگر جو کشش اوم میں ہے وہ کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔ رسالہ اوم کی تعلیم نہایت ہی عمدہ ہے۔ مجھے یہ کامل یقین ہے کہ جو انسان سچے دل سے "اوم" کا مطالعہ کرے گا۔ وہ خواہ میری طرح کتنا ہی ناسک ہو آتشک بن جائے گا۔

میں ہر اک بھائی بہن سے پروردار میں کرتا ہوں کہ رسالہ "اوم" کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں۔ اور خواہ مخواہ اندھیرے میں نہ بھٹکتے پھریں۔

سہزادی لال دیپک میرا صاحب

ظالم سنگھ - ایک بہادر سپوت

(کانپور)

(جناب - سنگھ امرتسری)

تاریخ کا ایک ورق

اُن دنوں مرشد آباد میں سرفراز خاں کی عملداری تھی۔ عوام اُن کے طرز حکومت سے خوش نہیں تھے۔ اس لئے دھیرے دھیرے ہر طرف نفرت اور بغاوت کا دھواں سلاگ رہا تھا۔ نواب سرفراز خاں کی اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے علی وردی خاں نے اُن کے خلاف ایک سازش تیار کی۔ اور ایک دن ایک بڑی طاقتور فوج لیکر سرفراز خاں کو مقابلہ میں للکار لیا۔

لڑنے یا مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ دونوں طرف کی فوجوں نے گریا کے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ ایک طرف علی وردی خاں کی فوج تھی۔ دوسری طرف سرفراز خاں کی فوج اور درمیان سے ہلکے بھاری گرتی گہرائی ہوئی پھر رہی تھی۔

رات کا وقت تھا۔ اس لئے دونوں طرف گہری خاموشی تھی۔ صرف مشعلوں کی تیز روشنی میں سپید خیمے یوں چمک رہے تھے جیسے سیاہ بادلوں میں بگمے اڑ رہے ہوں۔ صبح جب آفتاب کی لالی اُبھری۔ تو اعلان جنگ کا پگل بجا دیا گیا۔ بہادر، نڈر، اور خونخوار جوان میدان میں کود پڑے۔ اور پھر ایک ایسی غوی لڑائی چھڑی۔ جس نے تواریخ کے صفحات انسانی خون سے رنگ ڈالے۔

سرفراز خاں ہاتھی پر بیٹھا ایک طوفان کی مانند جس طرف سے ہو کر گزرتا وہاں لاشوں کے ڈھیر نظر آتے۔ ہر طرف بے ہنگم شور و غل، دلدوزی، جھین، فلک شکاف نالے۔ اور ذل خراش آوازیں ابھر رہی تھیں۔

سرفراز خاں کا سپہ سالار اعظم بڑی لمبی دھڑلے سے مارا گیا۔ سرفراز خاں کی آنکھوں نے وہ المیہ منظر دیکھا کہ اُن کے تن بدن میں اُگ لگ گئی۔ اُس کے حوصلوں کو نیا جوش مہلا۔ اُس نے دشمنوں کو روند روند کر مار ڈالا۔ اور آخر میں خود بھی مارا گیا۔

وہ سبجے سنگھ نام کا ایک پہلوان تھا جو سرفراز خاں کی فوج کے پچھلے حصے کی حفاظت کر رہا تھا۔ وہ گریا کے ہتھوڑی دور کھرا گاؤں میں تھا۔ جب اُس نے اپنے آقا کی موت کے بارے میں سنا تو اس کے غصے سے بھر کتنے شعلے کو ہوا ملی۔ وہ برصعکس علی وردی خاں کے رویہ پر ہنچا۔ اور اپنا نیرہ تان کر شیر سی گرجتی آواز میں بولا۔ سنبھلو وردی خاں..... لیکن قبل اس سے کہ وہ کھربور وار کرتا۔ ایک سپاہی نے اس پر گولی داغ دی اور وہ بے سنگھ ٹرپ کر زمین پر گر ا اور ایک وفادار سپاہی کی موت مرا۔

بہادر و بے سنگھ کا ایک زعمہ بیٹھا تھا جسکی عمر صرف نو سال تھی۔ اس کا نام ظالم سنگھ تھا۔ وہ اس وحشی لڑائی میں اپنے والد محترم کے ساتھ تھا۔ جب وہ بے سنگھ گھوڑے سے نیچے گرا تو ظالم سنگھ نے فوراً اپنی تلوار نکال لی۔ اور اپنے والد کی حفاظت کے لئے دوڑا۔ ہر سو علی وردی خاں کے سپاہی فوج کے نعرے لگا رہے تھے۔ لیکن ظالم سنگھ بالکل نہ ڈرا۔ وہ ایک بھیرے ہوئے خیر کی طرح علی وردی خاں کے سپاہیوں پر ٹوٹ پڑا اور صبح کر

بولاتیں سے کوئی بھی میرے والد وجے سنگھ کے مقدس جسم کو چھو کر ناپاک نہیں کر سکتا۔۔۔ میں ایک ایک کو قتل کر دوں گا۔۔۔۔۔ سپاہی ڈر کر پیچھے ہٹنے لگے۔

علی وردی خاں نے ایک کم بن بچے کے دل میں والد کا اتنا احترام دکھاتا وہ بہت خوش ہوا اور اس نے سپاہیوں کو جنگ بند کرنے کا حکم دیا اور بہادر وجے سنگھ کے مژدہ جسم کا مکمل عزت اور احترام اور ہندو رسم رواج کے ساتھ انتم سنسکار کے لئے کہا۔

سپاہی ایک نو عمر لڑکے کی بہادری سے اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے جوش و خروش کے ساتھ اس کو کندھوں پر اٹھا لیا۔

وجے سنگھ کے جسم بے جان کی چتا بھاگتی ندی کے کنارے جلائی گئی اور مقدس راکھ کو بہتے ہوئے پانی کی نذر کر دیا گیا۔ مرشد آباد کی تاریخ میں گریبا کی یہ لڑائی بہت مشہور ہے۔ اور ظالم سنگھ معصوم کی بہادرانہ لڑائی نے اس کو بہت ہیبت دیدی ہے۔ وہ جگہ جہاں ظالم سنگھ نے بہادر سپاہیوں کے زنت کٹھے کر دیئے تھے۔ وہاں آج ایک مٹھ ہے جو ظالم سنگھ کے کٹھے کے نام پر ہے۔

وصیت کا اشارہ

(ڈاکٹر راج بہادر ورنہ ناڈر بریلوی مرحوم کی یاد میں جو ۲۷ جون ۱۹۶۰ کو اس جہان فانی سے سبکوڑا تھوڑ کر چل بسے جن کا نصف صرف دعائیں پہنچانی جاسکتی ہیں) (از قلم جگدیش بہادر ورنہ کیفیت بریلوی)

زندگی کیا ہے وصیت کا اشارہ کر چلے : کر چلے اے راز بے بس بے سہارا کر چلے
پیکر اُتس و محبت رہنمائے سادگی : رہو راہ طریقت پاسدار آتش
صدق آمیزی پر شیدا اور تکلف سے گریز : ہے سبق آموز و عبرت خیر تیری زندگی
زندگی کیا ہے وصیت کا اشارہ کر چلے : کر چلے اے راز بے بس بے سہارا کر چلے
شناختی کا تو بچاری تھا امن کا دیوتا : حریت کی شان تھی تجھ میں وطن کا خوش تھا
پاک باطن پاک طینت عارف گو سادہ چلن : راستی و صاف گوئی ہی رہا شیوہ تیرا
زندگی کیا ہے وصیت کا اشارہ کر چلے : کر چلے اے راز بے بس بے سہارا کر چلے
دل میں جو کچھ ٹھکانی پھر عہد کو توڑا نہیں : عہد استقلال کا دامن کبھی چھوڑا نہیں
مرے دم تک خندہ زن اور خندہ پیشانی رہا : اُفتیں صدائیں پر بہت سے ٹٹھ مٹا نہیں
زندگی کیا ہے وصیت کا اشارہ کر چلے : کر چلے اے راز بے بس بے سہارا کر چلے
پر ارتھنا پر تھا بھر دے۔ بسدگی پر اعتماد : تھا پرستار و نا حق پر مسئل اعتقاد
تیرے اوصاف حمیدہ ہم بھلا سکتے نہیں : تا ابد کرتا رہے گا ادب اُردو تیری یاد
زندگی کیا ہے وصیت کا اشارہ کر چلے : کر چلے اے راز بے بس بے سہارا کر چلے
کتنا خوش قسمت تھا اور کتنا نصیبہ رکھتا تو : خود بخود محنت جگائے تھے کھنکھ کر رو برو
زندگی اور موت کی کھانسی دکھانے کے لئے : کر دیا خون تمنا اور خون آرزو
زندگی کیا ہے وصیت کا اشارہ کر چلے : کر چلے اے راز بے بس بے سہارا کر چلے
دماغ و فطرت گر مٹائیں بھی مٹا سکتے نہیں : رنگ سینے کی بجائیں بھی بچھا سکتے نہیں
کیفیت چھوڑا ہے وراثت میں خزانہ علم کا : دوسرے عزت گر بھلائیں بھی بھلا سکتے نہیں

ناردرن ریلوے ٹوٹس

یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء سے ٹائم ٹیبل میں عام تبدیلیاں کی گئی ہیں اور کچھ سیدھی گاڑیوں کی رفتار بڑھائی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل تبدیلیاں نوٹ فرمائی جاتی ہیں۔

I نئی گاڑیاں جو جاری کی گئیں۔

- (i) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین جالندھر سٹی اور لودھیان خاص (ڈیزل ریل کار نمبر 3) جے ایل کے / جے ایل کے کے
- (ii) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین نوا شہر روڈ اور جالندھر سٹی (ڈیزل ریل کار نمبر 3) این جے / این جے
- (iii) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین دہلی اور بیکانیر (بیکانیر ایکسپریس 89 - ماب / 90 ڈاؤن)
- (iv) ایک گاڑی ہر جانب سے مابین منو مان گڑھ اور منو مان گڑھ (پسینجر نمبر 1 - بی / ایک - ایس - ڈی / 2 - بی / ایک - ایس - ڈی)
- V ایک گاڑی ہر جانب سے مابین پلارہ اور پیر موڈ (پسینجر 3 جے بی / بی / 4 جے بی / بی)
- VI ایک گاڑی ہر جانب سے مابین پٹھان کوٹ اور بیچ ناٹہ پیر والا - (پسینجر 3 بی / بی / 4 بی / بی)

(2) (اسے) گاڑیاں جو ٹرہادی گئیں۔

- 99 - آپ / 100 ڈاؤن - ہریانہ ایکسپریس - جو دہلی اور حصار کے درمیان چلتی ہیں اب سوسہ تک بڑھادی گئی ہیں۔
- (ری) گاڑیاں جو منقسم کر دی گئیں۔

- 45 آپ / 46 ڈاؤن - پٹھان کوٹ ایکسپریس - پٹھان کوٹ کی بجائے امرتسر تک ختم ہو کر وہیں سے چلا کر گئی۔ اور ایک غلطیہ گاڑی نمبر 5 - بی / بی / 6 - بی / بی - امرتسر اور

پٹھان کوٹ کے مابین چلا کر گئی۔
(3) گاڑیاں جن کی رفتار تیز کر دی گئی۔

- (i) 808 ڈاؤن - جو دھپور / گرہ ایکسپریس - 35 منٹ تیز
- (ii) 96 ڈاؤن مارواڑ میں - 5 منٹ تیز
- (iii) 95 آپ مارواڑ میں - 5 منٹ تیز
- (iv) 93 آپ جو دھپور میں - 5 منٹ تیز
- (v) 91 آپ / 92 ڈاؤن - بیکانیر میں ڈاؤن / ریل 5 منٹ تیز
- (vi) 100 ڈاؤن - ہریانہ ایکسپریس - 5 منٹ تیز
- (vii) 57 آپ - پٹھان کوٹ ایکسپریس - 5 منٹ تیز
- (viii) 25 آپ ایئر کنڈیشنڈ ایکسپریس (ہفتہ میں دو دفعہ 51 منٹ)
- (ix) 19 آپ ڈیرہ دون ایکسپریس - 5 منٹ تیز
- (x) 3 - کے / ایس - کم / پسینجر - دہلی موٹر - 10 منٹ تیز
- 4 - کے / ایس - 15 منٹ تیز

(4) نئے سٹیشن کھولے گئے۔

ریوادی سادولی پور سٹیشن پر اولنٹ ہالٹ

(5) نئے ہالٹ مہیا کئے گئے۔

- (i) 3 - ایف اور 6 - ایف - دھیرج پر
- (ii) 71 آپ / ماران گوپ پر
- (iii) 7 - بی / ایس - ای - اور 6 بی / ایس جی ایرج - جاک جہاراج کا ہالٹ پر

(iv) 207 اپ/ 208 ڈاؤن مختارہ - مہتری ہالٹ۔

بسرولی اور لہلا وار - پیر

(v) 25 اپ اور 59 اپ سبزی منڈی پر

(vi) 1- اے - بی - کیو - وڈالہ گرنھیاں پر

(8) گارڈیوں کے اوقات میں اہم تبدیلیاں

(i) 63 ڈاؤن طوفان ایکسپریس - دہلی سٹیشن پر 35-17 کی بجائے 25-17 پر پہنچ کر رہی۔

(ii) 19 ڈاؤن - ڈیرہ دون ایکسپریس دہلی سٹیشن پر 10-7 کی بجائے 25-6 پر پہنچ کر رہی اور 20-9 کی بجائے

15-8 پر روانہ ہو گئی۔ یہ گاڑی دہرہ دکن 5-19 کی بجائے 55-17 پر پہنچ کر رہی۔

(iii) 2- ڈاؤن - دہلی سے 35-8 کی بجائے 20-8 پر روانہ ہوا ہو گئی۔

(iv) 82- ڈاؤن نئی دہلی سے 16 کی بجائے 20-16 پر روانہ ہوا کر رہی۔

(v) 1 اپ میں - مغل سرائے سے 42-7 کی بجائے

42-6 پر روانہ ہوا کر رہی۔ اور دہلی

35-20 پر پہنچ کر رہی۔

(vi) 83 اپ لکھنؤ سے 12 کی بجائے 50-20 پر روانہ ہوا کر رہی۔

(vii) 87 اپ کالکا سے 20-10 کی بجائے

10-19 پر روانہ ہوا کر رہی۔

(viii) 55 اپ مراد آباد سے 30-16 کی بجائے 40-16

پر چلے گی اور دہلی 35-20 کی بجائے 55-20 پر پہنچے گی

(ix) 57 اپ لدھیانہ 35-15 کی بجائے 25-15 پر

پہنچے گی اور 49-15 کی بجائے 38-15 پر روانہ ہو گئی

(x) 357- اپ الہ آباد 40-12 کی بجائے 45-22 پر

روانہ ہو گی اور لکھنؤ 05-6 کی بجائے 55-6 پر پہنچے گی

(xi) 131- اپ مغلسرے 45-20 کی بجائے 45-19 پر

چلے گی اور لکھنؤ 40-7 کی بجائے 6 بجے چلے گی

IV 1- بی آر آر - 2 بی آر آر - 3 بی آر آر - 4 بی آر آر

اولنٹ ہالٹ پر

V 2 بی آر آر - سندرانہ ہالٹ پر

(vi) 2- بی - بی - ایس - رتن گڑھ کنگ وال ہالٹ پر

(vii) 59 اپ راجپورہ پر

(viii) 1- ڈی آر - اور 343 اپ - منڈکا ہالٹ پر

(IX) 4- ڈی - ایس - یو - 372 ڈاؤن - 2- اے - ڈی

375 اپ اور 2- ڈی - ڈی - صاحب آباد پر - 1

(x) 39 اپ/ 40 ڈاؤن اچھ ڈھ - پیر

(6) تے کو نیکشن جو تھیا کئے گئے -

(i) 2 ڈاؤن سے 56 ڈاؤن دہلی پر

(ii) 19 ڈاؤن سے 369 اپ - 56 ڈاؤن دروانہ اپ دہلی پر

(iii) 1- ڈی - یو - 46 ڈاؤن - انبالہ چھاؤنی پر

(iv) 8- کے - ایس - 87 ڈاؤن - کالکا پر

(v) 2- بی - ایس - آر/ 3- بی - ایس - آر - 1- جے - آر/ ڈی/ 2

جے - آر/ ڈی سے 89 اپ/ 90 ڈاؤن بیکانیر ایکسپریس

رتن گڑھ پر

(vi) 2- بی - آر - ایس سے 89 اپ ریواڑی پر

(vii) 1- بی - ایس - بی سے 2 بی اچھ - ایس - ڈی - صورت گڑھ پر

(viii) 2- بی - ایچ - ایس - ڈی سے 4- بی - بی - 3- بی - ایس - بی

اور 1- بی - ایس - ایچ - ہنومان گڑھ پر

IX 1- بی - ایچ - ایس - ڈی سے 3- بی - بی - 4- بی - ایس - بی

4- بی - ایس - ایچ - ہنومان گڑھ پر

(x) 5- ایس - یو - 87 اپ انبالہ کینٹ پر

(7) ہالٹس جو منسوخ کر دیئے گئے :-

(i) 1- ٹی - اے - 356 اپ - 2- اے - سی - 355

ڈاؤن اعتماد پور پر -

(ii) 2- اے - ٹی - ایف - کوبر پور پر

(iii) 2- اے - سی - ڈاؤن - چھالیس پر

(xxiv) نمبر ۱۔ بی۔ ایس۔ آر۔ 40 کی بجائے 6.10 پر وزن گرٹھ سے روانہ ہوگی اور سرداوشہر 8.48 کی بجائے 8.15 پر پہنچے گی۔

(xxv) نمبر 2۔ بی۔ ایس۔ آر۔ سردار شہر سے 9.50 کی بجائے 9.15 پر روانہ ہوگی۔ اور دکن گرٹھ -- 12 بجے کی بجائے 11.25 پر پہنچے گی۔

(xxvi) 3 کے۔ ایس۔ 12.10 کی بجائے 11.55 بجے شملہ پہنچے گی۔

(۹) ایئر کانڈیشنڈ اکاموڈیشن گاڑیاں جو متسوخ کر دی گئیں!

(i) 41۔ آپ اور 42 ڈاؤن مسوری ایکسپریس گاڑیاں دہلی اور دہرہ دون کے مابین (16 اکتوبر ۱۹۶۵ء سے) اور 93 آپ/94 ڈاؤن جو دھپور میل۔ دہلی اور جو دھپور کے مابین۔

(10) تھرو سینکشنل کیر پینز۔ جو جاری کی گئیں۔

(i) ڈوٹھرڈ کلاس ڈیگز ٹرین نمبر 5 اور 52 مابین کھنوا اور بھٹانکوٹ کے ساتھ روزانہ چلیں گی۔

(ii) ایک فہرست اور تھروڈ کلاس بلیوگے ہفتہ میں دو دفعہ ٹرین نمبر سی۔ آر۔ 7/4/آئی ایم۔ ایل اور ایک 32/3/سی۔ آر۔ 8 مابین ممبئی۔ دی۔ ٹی۔ اور ورنسی لا اور ممبئی۔ دی۔ ٹی۔ اور ورنسی سے دہلی بروڈ منگلوار اور شکر وار ایک ساتھ چلے گی۔

(iii) ایک فہرست سیکڈ اور تھروڈ کلاس بلیوگے۔ روزانہ 89/جے۔ آر۔ دی۔ مابین دہلی اور ڈیگانہ۔ اور ایک تھروڈ کلاس بلیوگے روزانہ 2۔ جے۔ آر۔ دی/90 چلے گی۔

مفصل معلومات کیلئے اکتوبر 1965 کا ٹائم ٹیبل ملاحظہ فرمادیں۔ جو کہ ریلوے بکنگ ریزرویشن اور انکوارری کے دفتر اور مشہور سٹیشنوں میں ایک مثالہ سے مل سکتا ہے چیف انچارجنگ سپرنٹنڈنٹ

اور بریلی 45-15 کی بجائے 14 بجے پہنچے گی۔
(xi) 3۔ ایم ڈی مراد آباد سے 5-11 کی بجائے 11-20 بجے چلے گی۔ اور دہلی 05-16 کی بجائے 16-50 پر پہنچے گی۔

(xii) نمبر 1۔ ٹی۔ ڈی 50-16 کی بجائے 18 بجے۔ اور دہلی 94 ڈاؤن۔ جو دھپور سے 4 بجے کی بجائے 14-35 پر پہنچے گی۔ اور دہلی 25-5 کی بجائے 6-5 پر پہنچے گی۔

(xv) 232۔ ڈاؤن۔ ریواری سے 45-3 کی بجائے 3-15 پر روانہ ہوگی اور دہلی 6 بجے کی بجائے 5.25 پر پہنچے گی۔
(xvi) 204 ڈاؤن۔ ریواری سے 35-16 کی بجائے 16-20 پر چلے گی اور دہلی 50-18 کی بجائے 18.30 پر پہنچے گی۔

(xvii) 208 ڈاؤن جو دھپور سے 30-22 کی بجائے 0-22 پر روانہ ہوگی اور کچان روڈ 15-5 کی بجائے 10-4 پر پہنچے گی۔

(xviii) 96 ڈاؤن۔ ماروار جنکشن سے 35-18 کی بجائے 18.30 پر چلے گی۔ اور جو دھپور سے 30-23 کی بجائے 30-23 پر روانہ ہوگا۔ اور کچان روڈ 55-7 کی بجائے 7.40 پر پہنچے گی۔

(xix) 95 آپ 15-20 کی بجائے 10-20 پر بیکانیر سے روانہ ہوگی اور ماروار جنکشن پر 50-10 کی بجائے 10.40 پر پہنچے گی۔

(xx) 100 ڈاؤن 15-5 کی بجائے 50-5 پر ہمدان سے روانہ ہوگی اور ریواری 20-8 کی بجائے 10-8 پر پہنچے گی۔ اور وہاں سے 40-8 کی بجائے 27-8 پر روانہ ہوگا۔ دہلی 50-10 کی بجائے 35-10 پر پہنچے گی۔

(xxi) نمبر 2۔ جے ایم۔ بی۔ 40-16 کی بجائے 15-12 پر ماروا روڈ سے روانہ ہوگی اور بیکانیر 00-22 کی بجائے 10-17 بجے پہنچے گی۔

(xxii) نمبر 2۔ بی۔ آر۔ ایس۔ ریواری سے 55-6 کی بجائے 6-5 پر روانہ ہوگی۔ اور سرداوشہر 05-13 کی بجائے 20-12 پر پہنچے گی۔

(xxiii) 210 ڈاؤن۔ جو دھپور سے 00-9 کی بجائے 38-8 پر روانہ ہوگی اور کچان روڈ 15-16 کی بجائے 55-15 پر پہنچے گی۔

SUFFERING A BLESSING IN DISGUISE

CONTENTS PART I

THOUGHTS ON SUFFERING BY :

	PAGES
1. Patinjali ...	1-2
2. Shankarachariya and Manu ...	2
3. H. P. Blavatsky ...	2-3
4. Swami Vivekananda ...	3
5. Brother Lawrence (in Golden Thoughts) ...	4
6. Mahatma Gandhi ...	5-6
7. Maharishi Ramana ...	6
8. Sir Rabindra Nath Tagore ...	6-10
9. Shri Sadhu T.L. Vaswami and St. Francis of Assisi ...	10-12
10. Dr. Robert Young (Presbyterian Minister) ...	12-15

PART II

THOUGHTS ON DEATH BY :

1. Various Philosophers ...	15-16
2. Martinus. President. The Martinus Institute of Spiritual Science, Copenhagen (Denmark) ...	17-27
3. Horrors and Terrors without Death. (Citizenship in the Kingdom of Heaven), Prabuddha Bharat (Almora and Calcutta) ...	27-32

PART III

BLESSINGS OF SILENCE AND SOLITUDE ...	33-38
---------------------------------------	-------

PART IV

UNDERSTAND LIFE AND HOW TO AVOID MISERY ...	39-129
---	--------

PART V

CC-OPERATION, INTEGRATION AND WORLD PEACE ...	130-132
---	---------

Obtainable from : The Manager,

Price : Rs. 2/-

“OM” Monthly Magazine,
Ajmeri Gate, DELHI.



ایک نرالی شان پیدا کرتے کیلئے
بلی بوت پالش
ایسٹ
بلی بوت کریم
استعمال کیجئے

کمپنی نے جدید ترین فارمولوں کے تجربات سے اس میں بہت سی
خوبیاں پیدا کر دی ہیں۔ آج ہی خریدیئے، استعمال کیجئے اور ملاحظہ فرمائیے، روزانہ لاکھوں استعمال کرتے ہیں۔

بلی بوت پالش کمپنی دہلی

Food Value
ADDED IN
Paljee's
**RICH FRUIT
CAKE**

Paljee's Fruit Bars contain 11 nourishing and delicious fruits and other ingredients rich in Vitamin A, B₂, Niacin and Iron. They are an ideal food for you and your family. An ideal treat in all the seasons.



Air Tight Packing
Rs. 2.25
Loose Packing
Rs. 1.75
Kishmish Packing
Rs. 1.50
Plain Packing
Rs. 1.25

PALJEE & CO., NEW DELHI-5